ابتدائیہ

امسال یوم برق کا پچیسواں یادگاری سالانہ جلسہ اور مشاعرہ ۱۵۔اپریل ۱۹۶۱ء کی شب کو ۹½ بجے شری چترگپت سبھا دہلی کی سرپرستی میں منعقد کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت عالی جناب خواجہ غلام السیدین نے فرمائی اور مشاعرہ کی صدارت کے فرائض عالی جناب منشی شیام موہن لال جگر نے بحسن و خوبی انجام دیئے۔

جلسے کا افتتاح حضرت منشی مہاراج بہادر برق دہلوی بی۔اے منشی فاضل کی مشہور و مقبول نظم تاج سے ہوا۔ یہ نظم زیر ترتیب مجموعہ میں شامل کی جا رہی ہے ویسے آپ اسے مطلع انوار میں بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مذکورہ نظم اور رپورٹ جو بعنوان "نذر عقیدت" شائع کی گئی ہے جناب طالب دہلوی کی زبانی سننے میں آئی جناب کالی چرن سکسینہ اثر دہلوی نے منظوم گلہائے عقیدت پیش فرمائے جو حضرت برق کی یاد میں کے عنوان سے "نذر عقیدت" میں شامل کئے جا چکے ہیں۔

جناب ہلال احمد خاں جو ریڈیائی فن کار ہونے کے علاوہ ملک کے مشہور موسیقاروں میں سے ہیں، جلسے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت برق مرحوم کی غزل اپنے مخصوص انداز میں پیش فرمائی۔ حاضرین حد درجہ محظوظ ہوئے یہ غزل بھی شامل کی جا رہی ہے اور "یادگار برق" سے ماخوذ ہے۔ ہلال صاحب کی تشریف آوری کے لئے ہم جناب پریم شنکر فرحت دہلوی کے خاص طور پر ممنون و شکر گزار ہیں۔

حضرت امن لکھنوی نے کلام برق میں "تشبیہہ و استعارات" کے عنوان سے ایک پُر مغز مقالہ سپرد قلم فرمایا۔ ازاں بعد قبلہ مخدوم صاحب نے ایک قطعہ اور چند رباعیاں ارشاد فرمائیں۔ ان میں سے کچھ نئی اور کچھ پرانی ہیں اور اب انھیں

یکجا کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

آخر میں صدر محترم عالی جناب خواجہ غلام السیدین نے اپنے ارشادات گرامی سے اہل جلسہ کو مستفید فرمایا۔ یہ تقریر بھی اب آپ کے پیشِ نظر ہے مذکورہ تقریر کے ضمن میں ہم آل انڈیا ریڈیو دہلی کے احسانمند ہیں۔

اس مرتبہ ہمارے جلسے اور مشاعرے کا کچھ حصہ ریکارڈ ہوا لیکن اس کے نشر ہونے کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مطلوبہ یعنی ڈی سی کرنٹ فراہم نہ کئے جانے کے باعث ریکارڈنگ خراب ہو گئی اور قابلِ نشر نہ رہی لیکن ۸ اپریل ۱۹۶۱ء کو جناب سیدین صاحب کی تقریر سے چند اقتباسات براڈکاسٹ کئے گئے مگر یہ کہ مذکورہ تقریر جو مکمل صورت میں زیرِ ترتیب مجموعہ میں شائع کی جا رہی ہے ریڈیو اسٹیشن دہلی ہی سے حاصل کی گئی ہے۔

اس سلسلے میں جناب طالب دہلوی کو دیگر ریکارڈز بھی سننے کا اتفاق ہوا اور اُن کا کہنا ہے کہ انھیں آوازیں صاف اور قابلِ فہم محسوس ہوئیں جب یہ صورت حالات متعلقہ محکمہ کے ایک افسر کے روبرو رکھی گئی تو انھوں نے ٹیکنیکل اسٹاف کے ایک ممبر کو بھی گفتگو میں شامل کر لیا۔ تمام گفتگو کا لب لباب یہ تھا۔ کہ بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بیک لمحہ کچھ ریکارڈز غنیمت رہ جائیں اور کچھ اس درجہ خراب ہو جائیں کہ سَو فیصد قابلِ نشر نہ رہیں۔ یہ جواب کس درجہ معقول ہے اس کا فیصلہ آپ حضرات فرما سکتے ہیں یا چاہیں تو ماہرین کی رائے حاصل کر سکتے ہیں۔

قبلہ جگر بریلوی میرٹھ سے، حضرت بیدلؔ اور جناب غازیؔ بیکانیر سے سیماب سخن حضرت مولانا ابرؔ احسنی گنوری گنور ضلع بدایوں سے، یادا کرشن گوپال معصوم بی اے جینڈی گڑھ سے اور استاد جینی سرشار صولت سے،

جناب قاسم شبیر نقوی نصیر آبادی نصیر آباد ضلع رائے بریلی سے، جناب عنوان چشتی منگلوری آگرہ سے، جناب رادھا رمن جوش بدایوں سے۔ جناب پرکاش ناتھ پرویز شملہ سے۔ جناب طالب پانی پتی کیتھل سے۔ جناب امر سنگھ عارج انبالہ چھاؤنی سے۔ جناب مہتہ جانن رام شرر تحصیل نوح ضلع گوڑگاؤں سے۔ جناب ڈاکٹر دیاساگر قمر اور جناب نیرنگ سرحدی پواری سے اور مولانا شمس غازی آبادی سے تشریف لائے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی شرکت سے جلسے اور مشاعرے کے وقار میں زبردست اضافہ ہوا اور مذکورہ تقریب میں چار کیا بلکہ ہزار چاند لگ گئے۔

مقامی شعرائے کرام میں ڈاکٹر منوہر سہائے انور۔ منشی بشیشور پرشاد منور۔ جناب گوپی ناتھ امن۔ جناب ماسٹر ظاہر حیدری۔ جناب عارسا تلی دہلوی جناب شیر سنگھ ناز دہلوی، جناب گوہر دہلوی، جناب غنا جگی، محترمہ ناہید بدایونی۔ جناب اکمل جالندھری، جناب مضطر گلکوڑوی، جناب الفت امین آبادی جناب سیفی پریمی، جناب طالب چکوالی، پروفیسر جاوید وششٹ۔ جناب بخشی اختر امرتسری، جناب گلزار دہلوی، جناب دلیپ بادل، جناب کیلاش حیدناز، جناب اثر دہلوی، جناب سلطان رامپوری، جناب عاقل مراد آبادی، جناب رمز گنوری۔ جناب بلراج حیرت، جناب ہمت پرکاش شوق، جناب چرخ چینوٹی، مہتمم مشاعرہ جناب طالب دہلوی۔ جناب اُدے سنگھ قصور اور دیگر متعدد شعرائے کرام نے شرکت فرمائی۔

حضرات عیاث اور شوق نے بریلی، جناب سید عبدالعلی اظہار سہسوانی نے کراچی (پاکستان)، جناب مفتوں شکوہ آبادی نے ڈیرہ دون ڈاکٹر کمال الدین اکبر کمال نے مدراس اور جناب مونس بن اقبال نے بدایوں سے

ہمارے مصرعوں پر طبع آزمائی فرمائی اور اپنے افکار سے ہمیں نوازا۔

شرکائے خاص میں جناب شیو نراین بھٹناگر، جناب پروفیسر بھگوت سروپ، جناب منشی عبدالقدیر۔ جناب ایشور دیال ماتھر عرف دلشؔ رہنمائے تعلیم والے سردار ہرلچھمن سنگھ جناب حاجی محمد ابو صالح، لالہ مٹّو مل جی۔ جناب پروفیسر بیفنسن، جناب جنیشی پرشاد ورما بی اے منشی فاضل جناب تسلیم نرطوی ایڈیٹر زندگی اور دیگر متعدد صاحب ذوق حضرات کی موجودگی مذکورہ جلسہ اور مشاعرے کے اعلیٰ معیار کی ضمانت تھی۔

حاضری دو ہزار کے لگ بھگ ہوگی۔ اسٹیج، صحن، کمرے اور گیلریاں سب کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

میں لعل و گہر کو سلام مچھلی شہری کے ذکر سے پاک صاف رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے ایک فریضۂ ناگزیر محسوس کرتے ہوئے اور سمجھتے ہوئے کچھ مختصراً عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

آپ نے ہمارے مشاعرے کو جی بھر کر خراب کرنے کی کوشش کی اور آخر میں یہ کہکر رخصت ہو گئے کہ کیونکہ وہ مسلمان ہیں اس لئے جان بوجھ کر اُن کی توہین کی گئی ہے۔

جلسے میں متعدد مسلمان حضرات بھی موجود تھے لیکن سلام صاحب کی پیروی میں کسی ایک کو بھی واک آؤٹ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور جلسہ و مشاعرہ غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔

سلام صاحب کی مذکورہ حرکت کو یہ کہکر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے ہوش میں نہ تھے پئے ہوئے تھے وغیرہ۔ کیونکہ اس عالم بیہوشی اور خود فراموشی میں بھی انہیں اتنا ہوش البتہ تھا کہ آپ اسٹیج پر آتے ہی

ریکارڈنگ بند کرادی اور اس وقت تک خاموش رہے جب تک ریکارڈنگ واقعی بند نہ کردی گئی۔ یہ احتیاط محض سرکاری ملازم ہونے کے باعث تھی منشا یہ تھا کہ اُن کی غیر ذمہ دارانہ اور اشتعال انگیز گفتگو کا کوئی براہِ راست شاہد نہ رہے، لیکن یہ محض اُن کی اپنی طفل تسلّی تھی کیونکہ اُن کی جملہ حرکات و سکنات کا جائزہ لینے والے وہاں بے شمار افراد موجود تھے۔

دریں حالات ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ در اصل اُن کی نیّت ہی مشاعرہ کو بگاڑنے اور خراب کرنے کی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ انھیں کامیابی نہ ہو سکی بہر حال مقام شکر ہے کہ "وہ وبلے بخیر گذشت"

لعل و گوہر کی ترتیب کے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے۔ جلسے میں مختلف Items جس ترتیب سے پیش کی گئی تھیں (سوائے جناب اثر صاحب کی نظم اور نذرِ عقیدت کے) اُسی صورت سے شائع کی جا رہی ہیں۔ مشاعرے کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ دو قافیہ غزلیں وہ غزلیں ہیں جن میں 'کرا تا' کو قافیہ قرار دیا گیا ہے اور وہ غزلیں جن میں 'کہاں' کو قافیہ تصور کیا گیا ہے آخر میں مشہور اساتذہ کا وہ غیر طرحی کلام جو پڑھا گیا تھا پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ جملہ کلام شعرائے کرام کے تخلص کے پیشِ نظر حروفِ تہجی کے اعتبار سے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ تقدیم و تاخیر کا سوال ہی پیدا نہ ہو اور کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے

ناسپاسی ہوگی اگر میں مشاعرہ اور مینیجنگ کمیٹی کے افراد کا شکریہ ادا نہ کروں یہ کامیابی انھیں کی نیک نیتی اور تعاون کا نتیجہ ہے۔

سرِ دست رخصت طلب ہوں ۔۔۔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا

مورخہ ۱۵ مئی سنہ ۱۹۶۱ء

مدن لال سکسینہ بی اے

آنریری جنرل سکریٹری سری جیر گپت سبھا دہلی

تاج

حضرت برق آنجہانی کی اس نظم سے یوم برق ۱۹۳۶ء کے جلسے کا افتتاح ہوا۔ مذکورہ نظم جناب لب دہلوی کی زبانی سننے میں آئی (مدن لال سکسینہ)

بساطِ خاک پہ تو ہے نگار خانۂ حسن — رقم ہے یا سرِ لوحِ زمیں فسانۂ حسن
جبینِ سنگ پہ منقوش ہے ترانۂ حسن — نظر نواز ہے یا گوہرِ یگانۂ حسن
تجلی ہے جلوۂ مہتاب ہے وہ ضو تجھ میں
نہاں ہے شانِ ادائے عروس نو تجھ میں

زبرق تا بقدم پیکرِ حسیں ہے تو — ردائے نور میں ملبوس نازنیں ہے تو
مرقعِ کششِ حسنِ دل نشیں ہے تو — بہارِ خلد کی تصویر بالیقیں ہے تو
فروغِ دیدۂ دل جنتِ نظارہ ہے
ضیا فشاں کرۂ ارض پر ستارہ ہے

شگفتہ تختۂ نسریں ہے تو کہ قصرِ بلور — سپیدۂ سحری ہے کہ خرمنِ کافور
نظارہ کفِ سیلاب ہے کہ چشمۂ نور — فرازِ خاک پہ یا ضو فگن ہے شعلۂ طور
نثارِ جلوۂ سیمیں ہے چشمِ نظارہ
فدائے شوکتِ تزئیں ہے چشمِ نظارہ

عجائباتِ زمانہ میں انتخاب ہے تو — زمیں پہ منزلِ خورشید کا جواب ہے تو
سپہرِ حسن ہے یا برجِ ماہتاب ہے تو — نگار خانۂ صنعت کنارِ آب ہے تو
یہ تیرا عکس ہے سیلاب کی روانی میں
کہ اک سفینۂ زریں پڑا ہے پانی میں

نہاں ہے گوہرِ نایاب تیرے دامن میں — خموش شمعِ فروزاں ہے گنجِ مدفن میں
بہارِ حسن ہے خوابیدہ صحنِ گلشن میں — سکوں پذیر ہے ممتاز اپنے مدفن میں
حریمِ خاک میں ہیں حسن و عشق ہم آغوش
ہیں محوِ خواب حریمِ تاج و تاجدار خموش

سحرِ غزل

حضرت برق آنجہانی کی یہ غزل جناب ہلال احمد خاں نے اپنے مخصوص انداز میں پیش فرمائی۔ ممنون و شکر گزار۔ مدن لال شگفتہ

بانکپن کی جو حسینوں میں ادا ہوتی ہے
عاشقوں کے لئے پیغامِ قضا ہوتی ہے

نیچی نظروں کی لگاوٹ بھی بلا ہوتی ہے
اسی شوخی پہ تو قربان حیا ہوتی ہے

دلکشی جس میں ہو انداز اُسے کہتے ہیں
چھین لیتی ہے جو دل کو وہ ادا ہوتی ہے

بھری محفل میں تری آنکھ نے مارا مجھ کو
اُس کو آتی ہے اجل جس کی قضا ہوتی ہے

ہمہ تن گوش ہوں میں وصل کا سائل ہو کر
ہاں نہیں منھ سے ترے دیکھئے کیا ہوتی ہے؟

ان حسینوں کی ادائیں بھی نرالی دیکھیں
جس کی نظروں میں رہیں اُس سے حیا ہوتی ہے

مر کے منزل پہ پہنچتے ہیں مسافر اس کے
جان پر کھیل کے طے راہِ فنا ہوتی ہے

عہدِ پیری میں کہاں رہتا ہے وہ جوشِ شباب؟
نوجوانی بھی کوئی دن کی ہوا ہوتی ہے

برق ہر کالے آتش ہیں حسینانِ جہاں
نام کو اُن میں مروت نہ حیا ہوتی ہے

کلامِ برق میں تشبیہ و استعارات

جناب منشی گوپی ناتھ امن لکھنوی

منشی مہاراج بہادر برق کے کلام پر کئی پہلوؤں سے بہرہ کیا جا چکا ہے بہت سی تقریریں اور مقالے "یادگارِ برق" میں ان کے لائق شاگرد جناب ستیش چند طالب نے جمع کر دئے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب کے بعد بھی یادگار برق کے سالانہ جلسوں میں اکثر شریک ہوتا رہا ہوں۔ ملک کے نامور ادیبوں، شاعروں نقادوں نے انھیں خراجِ تحسین ادا کیا ہے۔ جب میں "ملک" کہتا ہوں تو اس سے مراد مشترک ہندوستان ہے۔ کیونکہ جب جناب برق نے انتقال فرمایا یعنی ۱۹۳۶ء میں، یہ وطن ایک ہی تھا۔ پروفیسر احتشام حسین، مجاز لکھنوی۔ پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر سعید بریلوی۔ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ جناب قاری عظیم علامہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی۔ ڈاکٹر عبدالحق، خواجہ عبدالمجید خواجہ حسن نظامی، جناب منور لکھنوی۔ خواجہ محمد شفیع۔ پنڈت راجندر ناتھ شیدا۔ جناب عرش ملسیانی ان میں سے چند نام ہیں میں نے ان کی تقریروں اور مقالوں کے عنوانات دیکھے۔ ایک مضمون بہ عنوان "کلامِ برق میں حسنِ تعلیل" میرا بھی تھا۔ میں نے چاہا کہ آج کے لئے ان عنوانات سے الگ کوئی عنوان رکھوں جہاں تک میں نے پڑھا سنا ہے اب تک "کلامِ برق" میں تشبیہ و استعارات پر کوئی مضمون نہیں لکھا گیا اس لئے قلم اٹھانے کی جرأت کر رہا ہوں۔

برق صاحب اُردو کے تو عظیم شاعر تھے ہی فارسی میں منشی فاضل تھے

اور انگریزی اور ہندی کا مطالعہ بھی اچھا تھا۔ اس کا ثبوت ان کے کلام کو غور سے پڑھنے سے ملتا ہے۔ کہیں ہندی اور سنسکرت کے رنگ رنگ کے تشبیہہ و استعارے ہیں کہیں فارسی کے اور کہیں انگریزی کے۔ اُن کا کلام اسی وجہ سے بہت رنگین اور جامع نظر آتا ہے۔ افسوس کہ "تجلیاتِ برق" کی اشاعت نہ ہو سکی ورنہ اُن کے اور بھی بہت سے جواہر ریزے ہمارے سامنے ہوتے۔ بہر حال گلستن درین" "مطلع انوار" اور ان کی وفات کے بعد ثاقب صاحب کے مرتب کئے ہوئے "حرفِ ناتمام" میں جو کچھ بھی ہے بہت خوب ہے۔ حضرت برق فرماتے ہیں:

حقیقت شاہدِ حسنِ ازل کی کھل نہیں سکتی
کیا ہے کچھ اشارہ فلسفہ نے استعاروں میں

اور فلسفہ کے اِن استعاروں سے برق نے حقیقت و مجاز دونوں میں خوب کام کیا ہے۔ برق کی جس نظم میں سب سے زیادہ تشبیہیں ہیں وہ ہے

"کرمک شب تاب"

یعنی جگنو۔ آئیے ذرا اس شاعر کی نظم جگنو سے اس کا مقابلہ کریں۔ جسے عام طور پر اس صدی کا سب سے بڑا اردو شاعر مانا جاتا ہے یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ دونوں شاعروں کے دل پر جگنو کی چمک دیکھ کر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اقبال کی نظم میں ابتدائی سات اشعار ہیں جن میں جگنو کے متعلق تشبیہات ہیں اس کے بعد فلسفیانہ رنگ ہے یعنی بعد کے گیارہ بارہ اشعار میں حکیمانہ انداز ہے جو اُن کا اپنا انداز ہے اور جس کی وجہ سے وہ صاحب طرز سمجھے گئے۔ دونوں شاعروں نے جگنو کو باغ میں دیکھا اقبال کا تاثر یہ ہے۔

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

حضرت برق فرماتے ہیں

پیکرِ نور ہے یا شمعِ دل افروز ہے تو — آتشِ حسن کا یا پارۂ دل سوز ہے تو
یا ہے عطیۂ ہوائی دُرِ شبنم کوئی — شررِ آتشِ گل یا ہے مجسم کوئی

شررِ آتشِ گل کے مجسم ہونے کی بات اقبال نے یوں لکھی ہے۔

جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

اقبال نے بھی جگنو کو تارے سے تشبیہ دی ہے اور برق نے بھی۔
اقبال فرماتے ہیں — آیا ہے آسماں سے اڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

برق پوچھتے ہیں — کسی ناشاد کی آہوں کا شرارا تو نہیں؟
آسماں سے کوئی ٹوٹا ہوا تارا تو نہیں؟

اقبال کے یہاں اُڑنا جگنو کی رعایت سے ہے اور برق کے یہاں ٹوٹا ہوا تارا ناشاد کی آہوں کے شرارے سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ برق نے اس طرح بھی اسے تارا باندھا ہے

دیدبازوں کے لئے آنکھ کا تارا ہے تو

ان چند اشعار کے تقابل سے صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ دونوں کا انداز بیان اپنی اپنی خصوصیات رکھتا ہے۔ ان دونوں نظموں کا بس ایک ایک شعر ملتے جلتے مضمون کا دیکھئے۔ اقبال کا شعر ہے۔

چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے، آیا کبھی گہن میں

برقؔ نے بھی یہی مضمون اس طرح موزوں کیا ہے۔

حُسن میں تیرے عجب نازِ دل آرائی ہے
تیرا جلوہ کبھی پنہاں کبھی پیدائی ہے

یہ عجیب بات ہے کہ اس موضوع پہ برقؔ کا اقبالؔ کا سا اور اقبالؔ کا شعر برقؔ کا سا معلوم ہوتا ہے۔

شاعر کی نظر آسمان پر بہت جاتی ہے۔ چنانچہ برقؔ نے بھی چاند تارے، شفق، کہکشاں وغیرہ کے موضوعوں پر طبع آزمائی کی ہے "شبِ ماہتاب" کی بحر بھی خوب انتخاب کی ہے۔ پہلا شعر ملاحظہ ہو۔

مہرِ جہاں فروز نے رُخ پہ جو لی نقابِ شام
بامِ سپہر پر ہوا جلوہ فگن مہِ تمام

مہر کے لئے جہاں فروزی اور ماہِ تمام کے لئے جلوہ افگنی کا لفظ استعمال کر کے شاعر نے قدرتِ کلام کا ثبوت دیا ہے۔ جب اُدھر نقاب پڑ گئی تو اِدھر بام پر کسی کو آنا ہی تھا۔ تمام تشبیہات کے بعد نظم یوں ختم کرتے ہیں۔

تیرے فروغِ حُسن سے رُوکشِ روز رات ہے
آج تو تیرے سامنے جلوۂ مہر مات ہے

آخر شعر میں رُوکش لفظ آنے سے پھر پہلے شعر میں مہر کے رُخ پر نقاب پڑنے اور لبِ بامِ ماہ کی جلوہ افگنی کی طرف خیال منتقل ہو جاتا ہے شبِ ماہ میں ہی نہیں، تاروں بھری رات میں بھی شاعر کی نظر آسمان پہ جاتی ہے۔ وہ تارے گنتا نہیں بلکہ اُن کی تشبیہ یوں بیان کرتا ہے صرف ایک بند ملاحظہ ہو۔

جلوہ افروز شب چراغ ہیں یہ   فرح بخش دل و دماغ ہیں یہ
سینۂ آسماں کے داغ ہیں یہ   یا مئے نور کے ایاغ ہیں یہ

بحرِ ظلمت میں ہیں حباب نور
یا ہیں یہ گوہرِ خوش آبِ نور

داغ اور چراغ کا قافیہ تاروں کے لئے عام ہے۔ لکھنؤ کے پچھلی صدی کے ایک شاعر نے کہا۔

تارے ہیں آسمان پہ یا دل کے داغ ہیں
بجھتے نہیں ہوا سے یہ کیسے چراغ ہیں؟

دورِ موجودہ کے لکھنوی شاعر منور نے کیا خوب لکھا ہے۔

دل کا ایک ایک داغ بجھتا ہے
زندگی کا چراغ بجھتا ہے

مگر یہ دیکھئے کہ برق مرحوم داغوں کے چراغ سے کیا کام لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں

محرک کوششِ برباد ہے سعیِ مکرر کی
مرا ہر داغِ ناکامی چراغِ راہ منزل ہے

چاند تاروں پر ہی نہیں شفق پر بھی برق کی نظر گئی اور ان کی دو نظمیں شفق اور بہارِ شفق کے عنوان سے ملتی ہیں۔ ان کی شاعری نے کس تیزی سے ترقی کی اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ پانچ سال پہلے کی نظم ان اشعار پر ختم ہوتی ہے۔

لیلائے شب ہے حجلۂ زریں میں جلوہ گر   رکھے ہیں آس پاس مئے آتشیں کے جام
مستِ مئے نظارہ نہ ہو برق کیوں نظر؟   جوشِ شباب پر ہے عروسِ بہارِ شام

اور پانچ سال بعد کی نظم ان تشبیہات پر ختم ہوتی ہے۔

محو ہو جاتے ہیں دم بھر میں تارے نقش و نگار
ہے یوں ہی وقفِ خزاں عمرِ دو روزہ کی بہار
جلوۂ گل تو ہے مشتاقِ تماشا کے لئے
منظرِ عبرت نما ہے چشمِ بینا کے لئے

چاند تاروں اور شفق کے بعد یہ ملاحظہ کیجئے کہ کہکشاں کو برق نے کس نظر سے دیکھا ہے چند شعر پیش کر رہا ہوں۔ رنگین تشبیہیں ملاحظہ ہوں۔

کہکشاں ہے یا فلک پر جادۂ رنگین ہے یہ ‌ ‌ ‌ بحرِ اخضر میں کوئی یا موجِ نور آگیں ہے، یہ
پارۂ نور کا یا آتشیں گلزار ہے ‌ ‌ ‌ جو فرازِ چرخِ گرداں سے تجلی بار ہے
بجلیاں سی کوندتی ہیں خرمنِ سیماب میں
یا چراغاں کا ہے عالم نور کے سیلاب میں

آسمان کے ان دلکش نظاروں کے بعد یہ ملاحظہ فرمائیے کہ کرۂ ارض کی چیزوں کو برق کس کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اردو شاعری میں باغ اور پھولوں کا ذکر عام ہے لیکن برق نے پھولوں میں بھی تخصیص کی ہے ٹیسو کے پھول، سورج مکھی کا پھول اور سرس کے پھول کی نظمیں الگ الگ ہیں جیسے انگریزی میں ڈیفوڈلز اور لاسٹ روز آف سمر وغیرہ کی نظمیں ہیں۔ سرس کے پھول میں یہ شعر دیکھئے۔

یہ نرم نرم عروسِ بہار کے ہیں جھومر
جگہ ملی ہے جنھیں سبز سبز شاخوں پر

تشبیہ کی نزاکت تو ہے ہی مگر نرم اور سبز کی تکرار نے شعر میں جان ڈال دی ہے۔ ٹیسو کے پھول میں فرماتے ہیں۔

یہ آگ سی بھڑکی ہوئی ہے ڈھاک کے بن میں
یا جلوہ فشاں ہیں یہ شرارِ گلِ ٹیسو

اور ہندی شاعر نے تو مسافر کو راستے سے ہی واپس کر دیا۔ کیونکہ ٹیسو کے پھول دیکھ کر وہ سمجھا کہ بن میں آگ لگ گئی ہے۔

اگیا لاگی سندر بن جر گیو

ممکن ہے کہ گلِ ٹیسو کی ترکیب پر اعتراض کیا جائے لیکن مضاف الیہ یعنی ٹیسو یہاں اسم معرفہ کی حیثیت سے ہے

سورج مکھی کا پھول ان دونوں نظموں سے طویل ہے۔ اس پھول کا گیندا اور پھولوں سے اس طرح مقابلہ کیا ہے۔

یہ رتبہ بلند کنول کو کہاں حصول؟
منہ دیکھتا ہے چشمۂ خورشید میں یہ پھول
حسن شگفتگی ہے ہر اک برگ سے عیاں
یہ حسنِ تازگی گلِ صد برگ میں کہاں؟
لالہ کے دل میں اس کی لطافت سے داغ ہے
گل یاسمن کا سامنے اس کے چراغ ہے
نیچی ہے آنکھ نرگس بدمستِ خواب کی
سب سے الگ ہے شان گلِ آفتاب کی

سورج مکھی کو "گلِ آفتاب" کہنا آپ کی قادر الکلامی پر دلالت کرتا ہے۔

ان اشعار سے غالب کی وہ نظم یاد آجاتی ہے جو انھوں نے آم کی تعریف میں لکھی ہے اور جس میں انھوں نے انگور۔ نیشکر شہد وغیرہ کو آم کے مقابلہ میں ہیچ بنایا ہے۔ ممکن ہے کہ لفظ حصول پر

اعتراض کیا جائے کیونکہ علامہ شبلی نے دبیر پر حاصل کی جگہ حصول کے استعمال پر اعتراض کیا تھا مگر "المیزان" میں مختلف اساتذہ کی ۲۶ سندیں بہم پہنچا کر اسے جائز قرار دیا گیا ہے

اسی طرح "چمپے کی کلیاں" میں بھی مقابلہ کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں

کہاں ایسے پھولوں میں ہیں اور گُن ؟
کہاں اُن میں یہ نکہتِ مست کُن ؟
کہاں کیتکی میں یہ رعنائیاں ؟
کہاں اس میں یہ بزم آرائیاں ؟
کہاں نسترن میں ہے یہ رنگ و بُو ؟
کہاں اس قدر مُشک بیزی کی خو ؟

اس نظم میں سب سے زیادہ نزاکت مجھے اس شعر میں نظر آئی

نرالا ہے اس کی نزاکت کا ڈھنگ
نگاہوں کی حدّت سے اُڑتا ہے رنگ

گویا بغیر ہاتھ لگائے "لاجونتی" پر بھی اس پھول کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ سایہ پڑنے سے کُھلاتی ہے اور یہاں حدّت سے ہی رنگ اُڑجاتا ہے اور "بہار" تو اُردو شاعری کی جان ہے چنانچہ برق کے دونوں مجموعوں میں دس نظمیں بہار اور بسنت کے مختلف عنوانات سے موجود ہیں بخوف طوالت صرف ایک بند یا شعر تشبیہات کی خوبی دکھانے کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ بسنت رُت میں صبح کا منظر

کُھلی ہے خوابیدہ چشمِ نرگس روش پہ سبزہ سنبھل چکا ہے
قبائے غنچہ ہے چاک خوردہ کلی کا دامن نکل چکا ہے

"بہارِ بسنت" میں شاعر کی نظر تالاب پر جاتی ہے۔ لکھا ہے

یخ بستہ ندیاں اب اٹھلا کے چل رہی ہیں
وارفتہ بلبلے ہیں، لہریں مچل رہی ہیں
بیتاب مچھلیاں ہیں کیسی اچھل رہی ہیں
موجوں کے ساتھ یہ بھی پہلو بدل رہی ہیں
کھِل کر کنول ادائے دلکش دکھا رہے ہیں
آبِ رواں پہ اپنا نقشہ جما رہے ہیں

یہاں کنول کا نقشہ جمانا کہا ہے اور اسی نظم میں گلِ اشرفی کا سکہ جمانا لکھا ہے۔ کیوں نہ ہو آخر سلسلۂ تلمذ ذوق سے ملتا ہے "جلوۂ بسنت" کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

چمن میں آگ نہ لگ جائے آتشِ گُل سے
کچھ اور گُل نہ کھِلے دُودِ آہِ بلبل سے

اور "فضائے بسنت" میں

پھولی ہوئی سرسوں ہے تابندہ شرارے ہیں
یا خاک کے دامن میں چھٹکے ہوئے تارے ہیں

اور "عنوانِ بہار" کے اس شعر میں خشکی اور تری کے مناظر یکجا ہیں۔

ارتعاشِ عکسِ روئے خندۂ گل آب میں
ہے نگاہوں کے لئے آئینۂ شانِ بہار

صفی لکھنوی نے یوں کہا ہے۔

عکسِ گل وریحاں سے دریا میں چمن بندی
جوششِ مئے گلگوں سے خشکی میں یہ طغیانی

زمانۂ بہار میں Cupid Arrows یعنی کامدیو کے تیروں کو

شاعر نے اپنے رنگ میں یوں ڈھالا ہے۔

پیکاں ہیں غنچے، ناوکِ دلکش ہے شاخ گل
اب کیا خطا کرے کا نشانہ بہار کا؟

اور "رنگینیِ بسنت" کا یہ بند

کنول کے پھول ہیں زینت فضائے چادرِ آب
بنے ہیں دیدہ مشتاق بہر دید حباب
نظر نواز ہے گلشن میں رنگ روئے گلاب
نثار ہے گُلِ صد برگ پر بہارِ شباب
کرشمے حُسنِ نباتات کے نرالے ہیں
مزے بہار کے لوٹیں جو آنکھ والے ہیں

مگر بہار کا پیغام مجھے صائب کے اس شعر سے بہتر اردو فارسی میں کہیں نہیں ملا۔

بہار گشت زخود عارفانہ بیروں آئی
اگر زخود نتوانی زخانہ بیروں آئی

اور اس میں دوسرا شعر یہ ہے۔

صفیرِ مرغِ سحر تازیانہ شوق است
ازیں کمند زقید زمانہ بیروں آئی

صائب فارسی تشبیہات کا بادشاہ ہے

"بسنت رُت" کے اس شعر میں تشبیہ کی نزاکت موجود ہے۔

سمٹ کے غنچہ نو بن گیا ہے جوشِ نمو
اس انتشار پہ یہ اختصار کیا کہنا

اور سب سے آخر میں "بسنت رُت" کی نظم ہے جس میں کہتے ہیں

خاک کے دامن پہ ہے رنگینیٔ نقش و نگار
ذرے ذرے میں نظر آتی ہے تصویرِ بہار
جنتِ چشمِ تماشا ہے رُخِ گُل کا نکھار
لب پہ ہر غنچے کے ہے موجِ تبسم بیقرار
چشم وا کُن گر ہوائے جلوۂ گل در سرت
ہر گلِ رنگیں ادا از رنگ و بوئے دیگر است

نظموں کا ایک اور عام مضمون "نمودِ سحر" ہے چاند تاروں کا ڈوبنا اور سورج کا نکلنا عام مناظر ہیں۔ دیکھئے برق کس انداز میں فرماتے ہیں

تاروں کی اب کہاں ہیں وہ جلوہ نمائیاں؟
گُل ہیں چراغ مہرِ منور کے سامنے
چھُٹتی ہیں آفتاب کے مُنہ پر ہوائیاں
کیا رنگ جم سکے شہ خاور کے سامنے

اور اسی نظم کا آخری حصہ

بیٹھا جہاں پہ سکۂ خورشیدِ خاوری زیرِ نگینِ مہر ہے اورنگِ کائنات
ظاہر ہیں ذرے ذرے سے آثارِ زندگی چاروں طرف ہے "گرمیٔ ہنگامۂ حیات"

اقبال نے "نویدِ صبح" میں اس گرمیٔ ہنگامۂ حیات کو یوں لکھا ہے

کھینچ کر خنجر کرن کا پھر ہوا سرگرمِ ستیز پھر سکھا تاریکیٔ باطل کو آدابِ گریز

دونوں کے اندازِ فکر کا فرق ظاہر ہے اور انیس کے اس منظرِ صبح کا تو جواب ہی نہیں ہے جس کا ترجمہ شیعہ کالج کے پروفیسر امیر علی نے انگریزی میں کیا اور پھر انگریزی سے جرمن اور فرنچ میں کیا گیا۔ تشبیہات کے

اعتبار سے دسہرے کا وہ منظر صبح بھی خوب ہے جو یوں شروع ہوتا ہے۔

گلگونۂ شفق جو ملا روئے صبح نے
ٹھنڈے چراغ کر دئے کافورِ صبح نے

برق نے پرانوں کی کتھائیں بھی اردو میں خوب نظم کی ہیں اور اُن میں بہت نادر تشبیہات اور استعارے استعمال کئے ہیں۔ مگر جہاں تک رامائن کے مناظر کا تعلق ہے تلسی داس نے جو شہرت پائی وہ اُن سے پہلے یا بعد ہندوستانی زبان میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ شوری نے مہاراج رامچندر کو جو بیر پیش کئے تھے اس کی کتھا بہت عام اور مقبول ہے گو سوامی تلسی داس نے شوری کی جھونپڑی میں رامچندر جی کے پہنچنے کا منظر ارنیہ کانڈ میں بیان کیا ہے لیکن برق نے اس سلسلے میں جو پہلا بند لکھا ہے اس کی تشبیہیں رامائن سے نہیں لیں بلکہ ان کی اپنی فکر ہے۔ فرماتے ہیں۔

بیتاب تھیں شوری کی پئے دید نگاہیں ۔۔۔ حسرت کش یک جلوۂ خورشید نگاہیں
تھیں منظرِ کیفیتِ امید نگاہیں ۔۔۔ یا دفترِ جذبات کی تمہید نگاہیں
گلشن پئے نظارہ بہ صد ذوق تھیں آنکھیں
وا تھا درِ دل فرش رہِ شوق تھیں آنکھیں

اسی طرح "بن باسیوں کی وطن میں آمد" کے عنوان سے رامچندر جی کے اجودھیا واپس آنے پر جو نظم برق نے لکھی ہے اُس میں گیشتر (؟) بیان کی تشبیہات اُن کی اپنی ہیں جو تلسی داس جی کی رامائن میں نہیں ملتیں۔

فرماتے ہیں۔

تختِ ہوائی اُڑ کے سوئے آسماں چلا
سایہ زمیں پہ، عرش پہ نورِ رواں چلا
اوجِ فلک سے خاک پہ جلوہ فشاں چلا
بجلی بس ایک کوند گئی یہ جہاں چلا

تھا اضطراب برق بھی گرد اس کی چال سے
باہر تھیں اُس کی تیزیاں حدِ خیال سے

اگر ان تشبیہوں کا مقابلہ ہو سکتا ہے تو مرثیہ گویوں بالخصوص انیس کے گھوڑے کی صفت سے لیکن یہ بند بالکل اچھوتا ہے۔

جاتا تھا عرش پر یہ غبار اُڑا ہوا
یا گرمِ راہِ شوق تھا پارا اُڑا ہوا
تھا جلوہ تاب کوئی شرارا اُڑا ہوا
یا جا رہا تھا ٹوٹ کے تارا اُڑا ہوا

روشن تھا سب محیطِ خلا تابِ نور سے
قندیلِ عرش یہ نظر آتا تھا دور سے

"اشوک بن" کے عنوان سے برق کی ایک نظم "حرفِ ناتمام" میں ملتی ہے، جس میں ایک طرف اشوک بن کی رنگینی اور دوسری طرف سیتا جی کی پریشاں حالی کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ میں صرف اُن قوافی کو پیش کرتا ہوں جو دونوں منظروں میں آئے ہیں۔

اشوک بن

طرب انگیز ہے اشوک بن کی شامِ نورانی
صبائے روح پرور کر رہی ہے عطر افشانی

سیتا جی

پریشاں ناگ ہیں موئے سرِ بیگانۂ تزئیں
لباسِ جوگیا ہے پردہ دارِ جسمِ نورانی

اشوک بن

کسی کے چاند سے چہرے کا آئینہ میں پرتو ہے
کہ ہے آبِ مصفّا میں عکسِ ماہ نورانی

سیتا جی

ہوئی ہے تیرہ روزی سے یہ حالت قید راون میں
گہن میں جس طرح ہو چودھویں کا چاند نورانی

اشوک بن

قیامت ہے سر صحرا بکھرنا زلف سنبل کا
کہاں گیسوئے پیچاں ہیں یہ انداز پریشانی؟

سیتا جی

ہجوم بیکسی ہے ہم نفس کنج اسیری میں
شریک قید تنہائی ہے انبوہ پریشانی

اشوک بن

جو گل مرجھا چلے تھے قدرت خورشید افشاں سے
وہ ٹھنڈی روشنی میں ہو گئے پھر خندہ پیشانی

سیتا جی

ہجوم دود میں پنہاں ہو جیسے شعلۂ آتش
نہاں الجھے ہوئے بالوں میں یوں ہے نور پیشانی

حضرات یہ تو رامائن کے سین ہیں جن کا تعلق رامچندر جی سے ہے بھگوان کرشن۔ گیتا۔ اور مہابھارت کے مختلف سین برق نے موزوں کئے ہیں اور ان میں بڑی نادر تشبیہیں اور استعارے ہیں چند ملاحظہ ہوں کرشن کی بانسری کے متعلق فرماتے ہیں

اے کیف مجسم ادل وارفتہ کی دمساز
اے جان ترنم! ہمہ تن شعلۂ آواز

اے بادۂ صد سوز طلسم اثر انداز
اے پیکر نیرنگ نوا" زمزمہ پرداز

تجھ میں ہے لب پردہ در راز کا اعجاز
تو ساز کا اک ساز ہے اعجاز کا اعجاز

تمام نظم اسی انداز میں ہے۔

"کرشن اوتار" بھی تشبیہات سے پُر ہے۔ صرف پہلے پانچ شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

ہٹانے ظلمتِ ہستی کو جلوہ بار آیا — زمیں پہ حسنِ ازل ہو کے بیقرار آیا
جگانے ذرّوں کی تقدیر تابشِ رُخ سے — ضیا فروزِ جہاں مہر تابدار آیا
نظر کو نور دلوں کو سرور دینے کو — سحابِ لطف و کرم برق در کنار آیا
سکھانے پریت کی ریت اور سنانے پریم کے گیت — لئے وہ بانس کی پوری میں لالہ زار آیا
طلسمِ ہستی بے پردہ بے نقاب ہوا — امینِ راز برائے کشودِ کار آیا

تشبیہوں کی برجستگی اور نزاکت دونوں قابلِ داد ہیں۔

حضرات! روضۂ تاج محل کے متعلق نظیر اکبر آبادی سے لے کر آج تک بے شمار نظمیں لکھی گئی ہیں اور اچھے سے بہتر سے بہتر تعریفوں سے لے کر دولت کے ہاتھوں غریبوں کی محبت کا مذاق تک کہا گیا ہے۔ یہاں میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ نقادانِ فن دوسری نظموں سے مقابلہ کر کے برق کے "تاج" کو بھی دیکھیں۔ صرف پہلا بند پیش کرتا ہوں

بساطِ خاک پہ تُو ہے نگار خانۂ حُسن — رقم ہے یا سرِ لوحِ زمیں فسانۂ حُسن
جبینِ سنگ پہ منقوش ہے ترانۂ حُسن — نظر نواز ہے یا گوہرِ یگانۂ حُسن
خجل ہے جلوۂ مہتاب ہے وہ ضو تجھ میں
نہاں ہے شانِ ادائے عروسِ نو تجھ میں

حضرات! اسی خوبصورت چیز کے متعلق خوبصورت نظم پر ختمِ کلام کرتا ہوں۔ اگرچہ مٹی کا چراغ۔ ستارۂ صبح وغیرہ برق کی متعدد اور نظموں میں بھی تشبیہات قابلِ داد ہیں۔ یہ صرف مشتے نمونہ از خروارے ہے اور برق کی غزلوں میں جو نادر تشبیہات اور استعارے ہیں ان کے لئے تو کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ آپ کا مشاعرہ بھی ہونا ہے جو غالباً تہجد کے وقت تک جاری رہے گا۔

بیادِ حضرت برقؔ مرحوم

(جناب پروفیسر تلوک چند محرومؔ۔ بی۔ اے)

درج ذیل قطعہ اور رباعیات قبلہ محرومؔ صاحب نے یوم برقؔ ۱۹۶۱ء کے جلسے میں ارشاد فرما کر بے حد ممنون و شکر گزار فرمایا

مدن لال سکسینہ

قطعہ ۱۹۱۶

بزنگ کاہ کھینچ کر برقؔ کی جانب گئے دلی
کہ اُن کو جذب الفت میں مثالِ کہربا دیکھا

دلِ محرومؔ نازاں ہے کہ جن سے راہ تھی اُس کو
انھیں سر تا قدم مجموعۂ صدق و صفا دیکھا

برقؔ صاحب کے انتقال پر رباعی

وہ طبع رواں، وہ خوش بیانی تیری
وہ نکتہ رسی، وہ نکتہ دانی تیری

اے برقؔ ترا شباب میں مرجانا
تھی جیسے چمک برق زندگانی تیری

ایضاً

برقؔ مرحوم کی جو یاد آتی ہے
محرومؔ! دلِ زار کو تڑپاتی ہے

وہ طبع شگفتہ اور وہ خنداں چتون
بجلی سی خیال میں چمک جاتی ہے

ایضاً

اے برقؔ نظر فروز تجھ کو کھو کر
احباب ترے بیٹھے ہیں بے بس ہو کر

کیا یاد ہماری بھی کبھی آتی ہے؟
کرتے ہیں جو یاد تجھ کو ہم رو رو کر

۱۹۴۱ء میں دہلی آنے پر

سنہ ۱۹۱۶ء میں دہلی آیا تو حضرات مہر، رونق، منشی چندربھان کیفی وفا زندہ تھے چنانچہ سنہ ۱۹۱۶ء والے قطعہ میں ان حضرات کا بھی ذکر ہے پھر سنہ ۱۹۴۱ء میں جب آنے کا اتفاق ہوا تو برق صاحب اور یہ اصحاب انتقال فرما گئے تھے چنانچہ رباعیات ذیل میں منور صاحب کے مکان پر جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا موزوں ہوئیں ——— محروم

پچیس ۲۵ برس کے بعد آیا دہلی
دیکھی یہ بدلی ہوئی سراپا دہلی
رونق ہے نہ برق ہے نہیں مہر و وفا
آتی ہے نظر مثال صحرا دہلی

(۲)

رہتے تھے کبھی مہر و وفا دہلی میں
تھا جلوۂ برق رونما دہلی میں
کیفی کے بغیر یہ فضا ہے بے کیف
رونق جو نہیں تو کیا رہا دہلی میں؟

(۳)

تیغ غم رفتگاں کا ہوں سینہ فگار
حیران کھڑا ہوا سر راہ گزار
اے جلوۂ برق تو کہاں ہے رونق
دہلی نظر آتی ہے مجھے تیرہ و تار

چند رباعیاں جو برق مرحوم کی برسی کی تقاریب پر موزوں کیا

(۱)

دہلی میں بھی شاداں دل محروم نہیں
جویا کس چیز کا معلوم نہیں؟
پوچھا بعد اصرار تو پایا یہ جواب
کیا آپ کو یاد برق مرحوم نہیں؟

(۲)

باہم ترے سوگوار ہیں محفل ہیں
شامل احباب ہیں غم شامل ہیں
محشر بپا کئے ہوئے ہیں برق
ماتم تری مرگِ ناگہاں کا دل میں

(۳)

ہاں اور تڑپ صورتِ سیماب تڑپ
یا مثلِ ماہیانِ بے آب تڑپ
برقِ مرحوم کی ہے برہمی کا دل
پہلے سے سوائے دلِ بیتاب تڑپ

(۴)

کیونکر ہو عیاں ملال میرے دل کا
ہے غرقِ محن خیال میرے دل کا
برہمی ہے آج برق سے مشفق کی
محروم! نہ پوچھ حال میرے دل کا

(۵)

اظہار سے دور باکمالی ہے ابھی
جولیے شعور، فکر عالی ہے ابھی
اے برقِ سخن طراز کیواں پرواز
دلی میں ترا مقام خالی ہے ابھی

(۶)

دم سے ترے لطفِ گفتگو بھی ہوتا
قائل تری طبع کا عدو بھی ہوتا
بزمیں شعر و سخن کی ہیں گرم اے برق
دلی میں آج کاش تو بھی ہوتا

ارشاداتِ عالیہ

(عالی جناب خواجہ غلام السیدین صاحب)

بزرگو، دوستو اور عزیزو! بہت سوچتا ہوں لیکن کچھ وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس عزت کے لئے اور سبھا کے اس جلسے کی صدارت کے لئے میرا انتخاب کیوں کیا گیا ہے میں شاعر نہیں ہوں۔ ادیب نہیں ہوں۔ کچھ تھوڑی بہت دلچسپی شعر و ادب میں ضرور ہے لیکن اگر وہ کسی جلسے کی صدارت کے لئے کافی وجہ ہو سکتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس شہر دہلی میں غالباً کم سے کم ۵۰ ہزار آدمی ایسے ہونگے جن کو اس قسم کا ادبی ذوق ہو اور وہ یہاں آکر آپ کے جلسے میں شریک ہو سکیں۔ باوجود اس کے میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں لاکر اس مبارک تقریب میں شامل ہونے کا موقع دیا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں جناب برق کے کلام سے اور اس کے مختلف پہلوؤں سے اتنی اچھی طرح واقف ہوں جتنا بہت سے شعرائے کرام اور ان کو جاننے والے اصحاب جو یہاں تشریف رکھتے ہیں ہونگے لیکن اس سے پہلے جب مجھے یہاں بلایا گیا اور اس سے بھی پہلے جب میں نے ان کا دیہی کلام پڑھا جو جستہ جستہ میری نظر سے گزرا تھا تو میں نے اس بات کو ضروری سمجھا کہ ان کے کلام پر ایک دفعہ پھر نظر ڈال لوں لیکن میری سند اس بارے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ ان کی شاعری کی سند بہت زیادہ باذوق اصحاب دے چکے ہیں۔ لیکن میرے دل پر اس کا جو اثر رہتا ہوا وہ یہ تھا کہ وہ ایک خوش گفتار، خوش کردار، خوش مذاق شاعر تھے جنھوں نے شاعری کی اصل حقیقت کو سمجھا تھا اور اس کو بڑی خوبصورتی سے ادا کیا تھا۔

میں نے ابھی اس رپورٹ کو بہت دلچسپی سے سنا جو جناب طالب صاحب نے یہاں پڑھی اور اس پر مغز مقالے کے ایک حصے کو جو جناب امین صاحب نے پیش کیا اور اس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ انھوں نے شاعری کو ورثہ میں پایا تھا۔ ذوق شعر اپنے خاندان سے حاصل کیا تھا اور پھر جتنی دنیائے شعر نے اس کے اندر غزل ہے۔ نظم ہے اور جذبات فطرت ہیں اور فطرت کی نقاشی ہے۔ یہ جتنی چیزیں ہو سکتی ہیں اُن کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے کلام میں سمیٹا اور ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ ابھی طالب صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں یہ کہا تھا کہ معلوم نہیں کہ اس انجمن کا یہ جلسہ جو ہم سال بسال ۲۵ سال سے مناتے رہے ہیں کیا حشر ہوگا جبکہ اردو کے مستقبل کا ہی یقین نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے ادب سے کہنا چاہتا ہوں کہ جس زبان میں با کمال شاعر موجود ہوں جس زبان میں صاحبانِ ذوق نثر لکھنے والے موجود ہوں۔ جس زبان میں توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اس زبان کے سننے اور بولنے والے موجود ہوں اس کو کسی قسم کی پالیسی یا غلط طریقہ کار نہیں مٹا سکتا۔ اردو زبان میں جو قوت ہے وہ اُسے اس ملک کی سرزمین سے حاصل ہوئی ہے اور جب تک یہ سرزمین نہیں بدلے گی اُس کی قوت کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اگر اردو زبان میں یہ کشش نہ ہوتی تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ایک بزم مقالات میں جہاں خاص طور پر ابھی شاعری کی چاشنی شروع بھی نہیں ہوئی اتنا بڑا مجمع جو اس ہال میں پورے طور پر بھرا ہوا ہے کھینچ کر آسکتا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ حضرات جو یہاں تشریف لائے ہیں وہ اس زبان، اور اس زبان کے ایک باکمال شاعر سے اور اس زبان کی شاعری سے بہت بڑا تعلق رکھتے ہیں۔ شاعر نے کسی موقعہ پر یہ کہا تھا ؎

بھرے ہیں جسقدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

یہاں میخانہ بھرا ہوا ہے اور طالب صاحب نے ابھی فرمایا کہ میرے نقطۂ نظر سے کم سے کم خدا کا شکر ہے کہ جام و سبو خالی ہیں۔ انھوں نے معذرت کے طور پر یہ کہا تھا کہ جن شعرا کو ہم یہاں بلاتے ہیں انھیں شراب کباب پیش نہیں کر سکتے ان کو پھلیاں پیش نہیں کر سکتے۔ میں اگر ان کی جگہ ہوتا تو اس کو معذرت کے طور پر نہیں بیں اس کو فخر کے ساتھ کہتا کہ یہاں ایسا ادبی مجمع جمع کیا جاتا ہے، اور ایسی محفل ترتیب دی جاتی ہے کہ جہاں کی کشش کے لئے شراب کباب اور پھلیوں کی ضرورت نہیں ہے اور باوجود اس کے اہلِ مذاق یہاں چلے آتے ہیں

جنت میں تار ہے نہ مئے انگبیں کی لاگ
دوزخ میں کوئی ڈال دے لیکر بہشت کو

تو اگر کوئی صاحب اس بہشت کو دوزخ میں ڈالدیں اور اس میں سے مئے انگبیں کی لاگ نکل جائے تو میرے خیال میں کوئی بہت بڑا نقصان نہیں ہوگا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میری نظر میں کسی اچھے اور بڑے شاعر کی پہچان یہ ہے کہ وہ کس حد تک ان ابدی قدروں کی ترجمانی کرتا ہے جنھوں نے زندگی کو نیک اور شریف بنایا ہے اور زندگی کو اونچا اٹھایا ہے اور اگر آپ اس چیز پر غور کریں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ جن شاعروں کے نام ابدالآباد سے جب سے انسان نے ادبی شعور اختیار کیا ہے، آج تک زندہ ہیں۔ ان کی ایک بڑی پہچان یہی رہی ہے کہ انھوں نے ان ابدی قدروں کا اور مولیوں کا پالن کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے زندگی کو نئی جدوجہد سے آشنا کیا ہے اس میں معنی پیدا کئے ہیں۔ وہ قدریں کیا ہیں؟ قدیم یونانیوں کے زمانہ سے تین قدریں ایسی چلی آ رہی ہیں جن کو دنیا نے ہمیشہ مانا ہے۔ ایک حق ہے۔ ایک خیر ہے اور ایک حُسن ہے یعنی ایک خوبصورتی ہے۔ ایک سچائی ہے

ایک بنچی ہے اور یہ تینوں قدریں زندگی کے لئے نہ صرف ضروری ہیں بلکہ
ان میں ایک خاص ایکتا اور وحدت پائی جاتی ہے۔

حُسن آئینۂ حق اور دل آئینہ حُسن
دل انساں کو ترا حُسن کلام آئینہ

اقبال نے شکسپیر کی شان میں یہ کہا تھا کہ حسن اور حق جو ہیں وہ تو
دراصل ایک ہی چیز ہیں اور جو اچھا شاعر ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے برق تھے،
اُس کا دل اس کے حُسن کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس کو انگریزی کے ایک مشہور شاعر
کیٹس نے کہا تھا۔

Truth is Beauty and Beauty Truth

حسن حق ہے اور حق حُسن ہے۔ ان دونوں کو آپ علیحدہ نہیں کر سکتے۔
مہاتما گاندھی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ خدا اور سچائی اور ست
اور ایشور یہ دونوں بھی ایک چیز ہیں۔ یعنی خدا سے اُن کی مراد تھی وہ چیز جسے
ہم خیر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اچھا شاعر دراصل وہ ہے جو اُخوت
کی زبان بن سکے اور محبت کا بیان بن سکے۔ اس کا کام ہو کہ دلوں میں میل محبت
کو بڑھائے اور مفاہمت کو پیدا کرے اور جب میں نے پچھلے دنوں میں برق
کا کلام پڑھا تو میں نے جابجا اس بات کی مثالیں دیکھیں کہ اُن کے دل میں ان
قدروں کا جلوہ تھا جن کی طرف میں نے خفیف سا اشارہ کیا ہے اور
اس وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اُن کے شعروں کی قدر کو بیس سال گزر گئے
25 سال گزر گئے ہیں۔ ۵۰ سال گزر جائیں گے۔ اسی طرح قائم رہیں گی۔
میرے نانا مولانا حالی نے اپنے مسدس میں، اپنے دیوان میں ایک شعر لکھا تھا

جس پر اُس زمانہ میں بہت لے دے ہوئی تھی اور بہت اعتراض کئے گئے تھے
وہ شعر یہ تھا۔ ؎ اے شعر دلفریب نہ ہو تُو تو غم نہیں
پر تجھ پہ حیف ہے جو نہ ہو دِلگداز تُو

تو اس پر لوگوں نے یہ کہا تھا کہ مولانا حالی تو شاعری کو منظوم وعظ اور نصیحت بنانا چاہتے ہیں۔ اُن کو شعر کی دلفریبی کی فکر نہیں ہے۔ وہ تو شعر کی دلگدازی کے در پے ہیں۔

تو عرض کرنا یہ ہے کہ شعر کی دلفریبی تو اس زمانہ میں ہر شخص چاہتا تھا زبان کی تراش خراش کی طرف تو ہر شاعر کا دل کھنچتا تھا۔ حُسن کی تلاش تو اس کی فطرت میں ہوتی ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس طرح بھٹک گئے تھے۔ شعر کا جو دوسرا بہت بڑا مقصد ہے یعنی دل میں گداز پیدا کرنا۔ دل کو نرم کرنا دل کو موم کرنا۔ دل کو دل سے ملانا۔ دل کو سچ کی تصویر بنانا۔ اِن چیزوں کو شاعر نے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ ان کا حُسن جھوٹا، عشق جھوٹا، اُن کا وصل جھوٹا۔ اُن کا فراق جھوٹا۔ بہت سے لوگ ایسے تھے کہ جن کی شاعری کا ہر چیز پر پر تو پڑتا تھا لیکن حقیقت، صداقت اور دلگدازی کا پر تو نہیں پڑتا تھا اس لئے حالی نے اس طرف توجہ دلائی کہ اگر تم شعر کو واقعاً شعر بنانا چاہتے ہو تو اس میں دلگدازی کی شان پیدا کرنا تمہارا سب سے بڑا فرض ہے اور جو لوگ اِن تمام جذبات کو خواہ مخواہ اپنے اوپر طاری کر لیتے ہیں وہ در اصل بہت بڑے شاعر نہیں بن سکتے۔ مجھے ایک بہت مشہور اور دلچسپ قصہ یاد آتا ہے ایک شخص تھا۔ وہ مر گیا۔ عیسائی تھا۔ اس کی روح کو جنت میں لے گئے اور وہاں اس نے جا کر دیکھا کہ ایک دروازہ ہے، وہ بند ہے۔ اُسے کھٹکھٹایا تو بڑی مشکل سے وہ دروازہ کُھلا۔ وہ کبھی کبھی کھلتا تھا۔ زنگ لگ گیا تھا

سینٹ پیٹر وہاں آئے۔ پوچھا "یہ کون شخص ہے؟" کہا گیا کہ یہ ایک بہت نیک شخص ہے۔ ہم اس کی روح لائے ہیں۔ اسے جنت میں داخل کر دو۔ انھوں نے کہا "اس کی نیکی کا ثبوت کیا ہے؟" جواب میں کہا گیا کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی بھی برائی نہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ نہیں ہم اُن لوگوں کو یہاں داخل نہیں کرتے کہ جن کے نامۂ اعمال میں کوئی بدی یا برائی نہ ہو۔ یہ بتاؤ کہ اس نے مثبت طریقے سے اپنی زندگی میں کوئی نیک کام کیا تھا یا نہیں تو فرشتہ نے بہت سوچا اور کہا میرے پاس ایسی کوئی چیز درج نہیں ہے تو اُنھوں نے کہا کہ تم لوگ اس کو یہاں سے واپس لے جاؤ۔ اب سب لوگ یہاں سے چلے۔ دنیا میں واپس آ نہیں سکتے تھے۔ دیکھا کہ ایک دوسری جگہ ہے وہاں جہاں بجلی کی روشنیاں جھل رہی ہیں۔ بہت رونق ہے۔ لوگ آ رہے ہیں جا رہے ہیں۔ اس کی رُوح کو وہاں لے کر گئے اور وہاں جا کر گھنٹی بجائی۔ دروازہ کھلا اور ایک صاحب آئے اور اُنھوں نے کہا کیا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا یہ شخص مر گیا تھا ہم اسے جنت میں لیکر گئے تھے۔ وہاں اُنھوں نے اس کی رُوح کو داخل کرنے سے انکار کیا اب آپ کے پاس لائے ہیں۔ آپ اس کو قبول کیجئے۔ انھوں نے کہا کہ اس بات کی کیا سند ہے کہ یہ روح دوزخ میں داخل کئے جانے کے قابل ہے اُنھوں نے کہا اس شخص کو جنت نے قبول نہیں کیا ہے اس لئے آپ اس کو یہاں داخل کر لیجئے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ یہاں اُن لوگوں کو داخل نہیں کر دیا جا سکتا جنھوں نے کوئی نیکی نہیں کی۔ صرف یہ کہ انھوں نے کوئی بدی کی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس نے مثبت طور پر کوئی بدی کی ہے یا نہیں؟ تو اس نے بہت سوچا۔ اور اس کے بعد سر کو کھجلا کر کہا۔ ہاں ایک دفعہ میں نے

ایک عورت کا اغوا کیا تھا۔ تو اس نے اس کو بہت غور سے دیکھا اور کہا
تم جھوٹے ہو۔ تم نے یہ بھی نہیں کیا تم نے کسی کتاب میں پڑھا ہوگا۔

تو میں نے یہ قصہ اس لئے یہاں بیان کیا کہ اگر شاعر کے دل پر وہ
واردات نہیں گزری ہیں، وہ اثرات نہیں مرتب ہوئے ہیں۔ وہ کیفیات
نہیں گزری ہیں۔ اگر وہ ان تجربوں کی آگ میں سے نہیں نکلا ہے اور وہ اس
بھٹی میں سے تپ کر اس کے دل و دماغ سونے سے کندن نہیں بنے ہیں
پھر آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ سچا شاعر ہے۔ تو اسی وجہ سے غالباً حالی نے
یہ شرط لگا لی تھی کہ اگر شعر دل گداز ہوگا تو وہ زندہ رہنے والا شعر ہوگا اور
اگر شعر دلفریب ہوگا اور دلفریب کے معنی حسین شعر کے نہیں ہیں۔ شعر تو حسین
ہونا بھی چاہئے لیکن دلفریب کے معنی دل کو دھوکا دینے والا بھی ہے۔
اگر شعر دل کو دھوکا دینے والا ہوگا تو اس میں یہ شان پیدا نہیں ہو سکتی
کہ وہ انسان کے تخلیقی کاموں میں بہت بلند مرتبہ پائے۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا صرف ایک بات اور عرض
کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اکثر ہمارے ہاں اس بات پر جھگڑا رہتا ہے
کہ شاعر کو عینیت پسند یعنی Idealist ہونا چاہئے یا شاعر کو
Realist ہونا چاہئے، حقیقت پسند ہونا چاہئے اور ان فریقوں
میں ترقی پسندوں میں اور پرانے قسم کے شاعروں میں ہمیشہ اس بات کی
تکرار رہتی ہے۔ تو میں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ وہ شاعر جو ابدی قدروں
کو پیش کرتے ہیں لیکن یہ جو ابدی قدریں سچائی ہے نیکی ہے اور خوبصورتی ہے
یہ کسی فرشتے تک محدود نہیں رہتی ہیں اسی دنیا میں ان قدروں کو ہمیں پھیلانا ہے
اس دنیا کو خیر سے حق سے اور حسن سے معمور کرنا ہے اس لئے جو فرق ہے

دونوں قسم کی شاعری میں یہ فرق ہو جاتا ہے اگر یہ سمجھیں کہ حسن اور حق اور خیر ایسے بُت نہیں ہیں جن کو بنا کر ہم نے مسجد یا مندر میں بٹھا دیا ہے۔ بلکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہمیں اپنی زندگی کو حسین بنانا ہے اور آزاد کرنا ہے۔ انصاف و شرافت سے معمور کرنا ہے۔ اگر ایک دفعہ اس بات کو سمجھ لیں تو پھر مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہم اچھے شاعر کی پہچان بھی کر سکتے ہیں۔

تو مجھے صرف یہ عرض کرنا تھا کہ میرے لئے یہ بڑے فخر اور مسرت کا مقام ہے کہ میں ایک ایسے شاعر کی یادگار میں شریک ہو رہا ہوں جس نے اپنا سکہ اردو شاعری کے اوپر بٹھایا ہے اور جس کے اتنے شائقین یہاں موجود ہیں۔ آپ نے ان کی بہت سی نظمیں سُنیں اور بہت سی نظمیں سننے والے ہیں لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ برکت کے طور پر تین چار شعر آپ کو ان کی ایک ایسی نظم کے سنا دوں جو خوش قسمتی سے اس وقت کسی دوسرے صاحب نے پڑھ کر نہیں سنائے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ان اشعار کا وہ مفہوم ہے جو ایک طرح سے تمام شاعری کی دنیا پر بھاری ہے۔ آپ میں سے جن حضرات نے اس نظم کو پڑھا ہوگا اس کا عنوان انھیں یاد ہوگا یعنی "ہمہ اوست" زندگی کی اصل جو ہے وہ وحدت ہے۔ جو اس میں فرق نظر آتا ہے، جو اس میں اختلافات نظر آتے ہیں، اس میں بھید بھاؤ نظر آتے ہیں وہ تو ہمارے نظر کی تنگی اور ہماری نظر کا اوچھا پن ہے جو نظر اس سطح کو ڈوب کر اس تک پہنچتی ہے اس کو تو ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے جس وقت ہم اس بات کو سمجھ لیں تو پھر یہ تمام بھید بھاؤ جو ہیں ان کی حقیقت بہت ہی کم ہو جاتی ہے

تو وہ شعر آپ سُن لیجیے اس لئے کہ اس میں حسنِ کلام بھی اور حسنِ خیال بھی اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ متوازن ہے کہ

میں سمجھتا ہوں کہ بہترین نظم کی مثال میں غالباً اس نظم کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

وہی شعلۂ سرِ طور ہے، وہی برقِ حسنِ نگار ہے
وہی ایک جلوۂ یار ہے، وہی نور ہے، وہی نار ہے
وہی جلوہ ریز حرم میں ہے، وہی نور بیتِ صنم میں ہے
وہی تم میں ہے وہی ہم میں ہے، وہی سب کا دار و مدار ہے
وہی رندِ جام بدست ہے، وہی مستِ رندِ الست ہے
وہی کیفِ بادۂ مست ہے، وہی اس نشے کا خمار ہے
وہی ضو فروزِ حیات ہے، وہی عکس ریزِ صفات ہے
وہی نورِ جلوۂ ذات ہے، وہی ایک سرِ بکار ہے
وہی جلوہ ہے وہی جلوہ گر، وہی خود نما وہی خود نگر
وہی حسنِ ناز فروش ہے وہی رخ پہ اپنے نثار ہے
وہی حسن ہے وہی عشق ہے، وہی ہے صفا وہی صدق ہے
وہی تابِ عشقِ جمالِ گل، وہی روحِ صوتِ ہزار ہے
وہی ہے فنا وہی ہے بقا، وہی ابتدا، وہی انتہا
وہی جزو میں ہے، وہی کل میں ہے وہی اصل و آخر کار ہے
وہی مہر ہے وہی ماہ ہے، وہی برقِ چشمِ سیاہ ہے
وہی تابِ شعلۂ آہ ہے، وہی حسنِ روئے نگار ہے

(آل انڈیا ریڈیو دہلی کے شکریہ کے ساتھ)

دُوقافیہ غزلیں

مصرعِ طرح :- جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب گرسرن لال ادیب ایم اے۔ لکھنوی

نہ یہ آہیں تھیں، نہ دن رات فغاں تھی پہلے
میری دنیائے خیالات جواں تھی پہلے

اب سوا تیرے کسی کا نہیں آتا ہے خیال
حسنِ تخئیل میں، یہ بات کہاں تھی پہلے؟

حیف صد حیف علائق سے ترے اب سرکے
ذرہ ذرہ سے تری ذات عیاں تھی پہلے

اُنھی آنکھوں کو بھی بخشے ہیں گہر کیا کہنا؟
عشق کے پاس یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟

اب تو باتوں کے جھیلنے میں بھی کام آتی ہے
بہرِ اظہارِ خیالات زباں تھی پہلے

یاد ہے مجھ کو وہاں بھی یہی عالم تھا ادیب
جو فراوانیِ جذبات یہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب مولانا سید عبدالعلی اظہار سہسوانی (الکراچی پاکستان)

اشکباری تھی، نہ سرِ وقت فغاں تھی پہلے
ایسا طوفان، یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

اب وہی بات محبت میں سبکسار بنی
میری دانست میں جو بات گراں تھی پہلے

اپنی فطرت میں یہ مجبور بھی مختار بھی ہے
حسن پر عشق کو یہ بات کہاں تھی پہلے

دل دھڑکتا تھا حسین خواب نظر آتے تھے
جو یہاں اب ہے، وہی بات وہاں تھی پہلے

ان کو امید سے رہا ہے مجھے غیرِ دل سے
بات اب بھی ہے وہی بات جو یہاں تھی پہلے

راہ میں عشق کے سرگرمِ سفر رہتے تھے
جستجوئے غمِ اوقات کہاں تھی پہلے؟

رنگ لا کر ہی رہا خونِ تمنا اظہار
خواہشِ ترکِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب سلطان رامپوری

ایسی بے کیفیٔ حالات کہاں تھی پہلے؟
جب مے میخانے کی ہر رات جواں تھی پہلے

تیری معصوم نگاہوں نے یہ جرأت بخشی
ورنہ یہ پرسشِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

جب سے بدلی ہے تنظیم تو گرداب میں ہے
کشتیٔ حسنِ خیالات رواں تھی پہلے

آج میخانہ ہے تفریق کی لعنت کا شکار
میکشو! شانِ مساوات جہاں تھی پہلے

آج تو تلخ نوائی کے سوا کچھ بھی نہیں
صرف تسبیح و مناجات زباں تھی پہلے

کھینچ ہی لے گیا دل بزم میں کرنے کو ذلیل
ورنہ ناداں یہ ہر بات عیاں تھی پہلے

سوزِ الفت سے ہوئے خشک جب آنسو سلطان
میری آنکھوں میں بھی برسات نہاں تھی پہلے

غزل

جناب باؤ کرشن گوپال مغموم بی اے

دورِ الفت کی ہر اک رات جواں تھی پہلے
زندگی غم کشِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

راس آئی نہ مجھے بازیٔ شطرنجِ حیات
مجھ کو ہر چال میں اک مات کہاں تھی پہلے؟

غمِ جاوید میں عالمِ دلِ مضطر معلوم
دل جو زندہ تھا تو ہر بات جواں تھی پہلے

میں کہ تھا اک بتِ کافر کا پجاری مجھ کو
فرصتِ رند خوشی اوقات کہاں تھی پہلے؟

تیری نظروں ہی نے تحریکِ محبت کی تھی
میری جانب سے شروعات کہاں تھی پہلے؟

عشق کی دین ہے یہ طرزِ تکلم، ورنہ
میری ہر بات میں اک بات کہاں تھی پہلے؟

زندگی آج ہے ادنیٰ سی کنیزِ حالات
اتنی سرتابیٔ حالات کہاں تھی پہلے؟

آج دنیا ہے سرِ غارتِ بنا ہی مغموم
یہ زبوں صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

بقافیہ کہاں نہاں وغیرہ

مصرعِ طرح :- جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

قافیہ

غزل

جناب کالی چرن سکینہ اختر دہلوی

اب جو ہے لب پہ وہی آہ و فغاں تھی پہلے
کس کو حاصل غمِ دوراں سے اماں تھی پہلے؟

دل میں وہ شدتِ جذبات نہاں تھی پہلے
خس میں گویا تپش برق طپاں تھی پہلے

وقت کے ساتھ بہت اس نے بھی رُخ بدلے ہیں
کیا ہے اب؟ کیا روشِ اہلِ جہاں تھی پہلے؟

اب وہی آتشِ نمرود بنی جاتی ہے
دل میں جو آتش بے دُود نہاں تھی پہلے

یہ شرف دورئ منزل سے ہوا ہے حاصل
تیز اتنی نگہ شوق کہاں تھی پہلے؟

بیچ کے بھنور سے اضطراب جو نکل جاتی ہے
دل بھی ارمان بھی ایمان بھی جاں تھی پہلے

تو نیرنگ طرازی مرے احساس کی ہے
فصلِ گل تھی نہ گلستاں میں خزاں تھی پہلے

غزل

جناب پروفیسر ایس ایل بختی اختر امرتسری یادگارِ رونق دہلوی

کیوں اُڑی جاتی ہے تیزی سے یہ ایامِ نشاط
اس قدر تیز کہاں عمرِ رواں تھی پہلے؟

تم مری زیست میں ہم رنگِ بہار آئے ہو
زندگی ورنہ تہہِ دستِ خزاں تھی پہلے

اب تو ہنس ہنس کے چلی آتی ہے کاشانے میں
اتنی مانوس کہاں برقِ تپاں تھی پہلے؟

عشق نے فکرِ دو عالم سے کیا ہے آزاد
غمِ دنیا ہی سے کب دل کو اماں تھی پہلے؟

تیر ہی بن کے دلِ زار میں اب کھنچتی ہے
مژہ یار جو تا رگِ جاں تھی پہلے

اے غمِ عشق ہوا مجھ کو یقینِ ہستی
ورنہ یہ زیست مجھے وہم و گماں تھی پہلے

جو بھی آتا ہے وہ مستوں کے قدم لیتا ہے
حرمتِ اُمّتِ میخانہ کہاں تھی پہلے؟

دشمنِ جان ہوئی جاتی ہے اب اے اختر
وہ ادا حسن کی جو راحتِ جاں تھی پہلے

غزل

جناب کنور بہادر سکسینہ ارمان لکھنوی ایم کام۔ ایل ایل بی

تیرگی بغض و کدورت کی کہاں تھی پہلے
یہی انساں تھے، یہی بزم جہاں تھی پہلے

بحرِ الفت میں تلاطم کئی آئے لیکن
میری کشتی ہے وہیں اب بھی جہاں تھی پہلے

اب وہ آنکھوں میں مری آتی ہے پانی ہو کر
آگ جو سینۂ سوزاں میں نہاں تھی پہلے

کس طرح اہلِ الم مطلعِ دل سے چھٹتا
آہ کرنے کی اجازت ہی کہاں تھی پہلے

اب حصولِ مہ و انجم کے لئے ہے کوشاں
اتنی جرأت دلِ انساں میں کہاں تھی پہلے؟

غزل

سید عبد العلی اظہار سعوانی۔ از کراچی پاکستان

جوش تھا دل میں طبیعت بھی رواں تھی پہلے
میں جواں تھا تو ہر اک چیز جواں تھی پہلے

چشمِ یوسف میں بجا حسن نہ زلیخا اس کا
ورنہ کہنے کو زلیخا بھی جواں تھی پہلے

غزل

جناب اکمل جالندھری

خلق اس درجہ پریشان کہاں تھی پہلے؟
یہی عالم تھا، یہی بزم جہاں تھی پہلے

یہ توقع تو نہ تھی ساقیِ محفل تجھ سے
گردشِ جام وہیں ہے کہ جہاں تھی پہلے

کون کہتا ہے کہ گلشن میں بہار آئی ہے؟
وہی گلشن میں خزاں ہے جو خزاں تھی پہلے

کل کا قصہ کسے معلوم کہ کل کیا ہو گا؟
آج تو بس یہ وہی ہے جو فغاں تھی پہلے

صورتِ اشک جو آنکھوں میں نظر آتی ہے
یہ وہی آگ ہے جو دل میں نہاں تھی پہلے

داغِ حسرت سے ہوا جادۂ ہستی روشن
روشنی جادۂ ہستی میں کہاں تھی پہلے؟

لاکھ جانکاہ تھا ماضی کا زمانہ اکمل
زندگی یوں نہ کبھی بارِ گراں تھی پہلے

غزل

جناب منشی گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی

اتنے نالے تھے، نہ آوازِ فغاں تھی پہلے
نالے کرنے کی اجازت ہی کہاں تھی پہلے؟

تھی بجز حیف کسے شکوہ شکایت کی مجال؟
ہر شکایت بہ حدیثِ دگراں تھی پہلے

غنچے مہکے ہیں تو کچھ شکوہ بھی ہونا ہے ضرور
غنچہ و گل ہی کہاں تھے کہ خزاں تھی پہلے

احتجاجی کسی ہلکی سی صدا کی بھی شنید
گوشِ اربابِ حکومت پہ گراں تھی پہلے

ہاں مگر اہلِ حرم کی ہے مجھے فکر ضرور
اتنی پُر درد نہ آوازِ اذاں تھی پہلے

سنتے ہیں لوگ زبانیں بھی بدل دیتے ہیں
آج بھی ہے وہی، جو اپنی زباں تھی پہلے

ناقدانِ سخن اے امن بتائیں یہ مجھے
اب جو حال ہے کہ مری فکر جواں تھی پہلے؟ [?]

غزل

جناب دلیپ بادل

جو تمنا سی تھی دل میں، وہ جواں تھی پہلے
اتنی محرومیِ تقدیر کہاں تھی پہلے؟

نظر آتی ہے رسک کیف سے ہو کر محروم
آنکھ جو غیرتِ صد رطلِ گراں تھی پہلے

رُوبرو آ نہ سکا حرفِ تمنا لب پر [?]
آج بیکار ہے منہ میں جو زباں تھی پہلے

دولتِ حسن جو ہے مرکزِ اربابِ ہوس
جنسِ نظّارہ صاحبِ نظراں تھی پہلے

میرے اعجازِ تصور سے ہوئی پھر تعمیر
میری دنیا جو تباہی کا نشاں تھی پہلے

وحشتِ دل تو بڑھی ایک قدم بھی آگے [?]
وہیں اب تک ہے تصور جہاں تھی پہلے [?]

ضَو فشاں ہی کا صد پارہ ہے جلوہ ورنہ [?]
چاند تارے تھے نہ یہ کاہکشاں تھی پہلے

جانے اب کیا ہوئی؟ ہر گوشۂ دل ہے خالی
ایک تصویر تمہاری جو یہاں تھی پہلے

آج پھر گھر کے برستے ہیں یہ بادل، آئی [?]
آہ پُر دود وہی ہے جو دھواں تھی پہلے [?]

غزل

جناب بیتابؔ بریلوی

اِن دنوں زُلفِ گرہ گیر سے اُلجھی ہے نظر — فرصتِ معرکۂ سود و زیاں تھی پہلے
ہاں چھپانے کو تو دُنیا سے چھپا لیتے ہیں — اب یہ وحشت ہے کہ محتاجِ بیاں تھی پہلے
اب شریکِ غمِ دوراں ہے خمِ عمرِ رواں — اپنی مٹھی میں کبھی عمرِ رواں تھی پہلے
اب وہ لغزش ہی سہی، خیر سے مستانہ روی — لڑکھڑائی ہوئی منزل کا نشاں تھی پہلے
بجلیاں سی لبِ جلبلاتہ فغاں کوندی ہیں — لو اُسی میں گھر میں ہے جس گھر کا دھواں تھا پہلے
داغِ دل، زخمِ جگر، درد و الم، وہم و جنوں — کیا نہ تھا کس کے مگر منہ میں زباں تھی پہلے ؟

بات کی بات ہے تہمت نہ تمسخر نہ گلہ
زندگی آج ہے یا بارِ گراں تھی پہلے؟

غزل

جناب محمد عبد اللہ بیدلؔ بیکانیر

خندۂ گُل کی نمائش ہی کہاں تھی پہلے — نالۂ مُرغِ چمن تھا نہ فُغاں تھی پہلے
میں ہوں سرگشتہ ابھی وادیٔ ایمن کی قسم — میری منزل تو وہیں ہے کہ جہاں تھی پہلے
چشمِ میگوں نے تری کر دیا عالم کو خراب — ورنہ دُنیا دخرابات کہاں تھی پہلے ؟
فطرتِ حُسن تھی خاموش مثالِ غنچہ — لحنِ داؤد نہ بُلبل کی فغاں تھی پہلے
کھل گیا سارا فریبِ رُخِ رنگینِ بہار — گل کی ہر شکل میں پوشیدہ خزاں تھی پہلے

ندرتِ الفت سے نوازا تھا ہمیں تو بیدلؔ
جس کو کہتے ہیں محبت وہ کہاں تھی پہلے؟

نذرِ برق

جناب رادھا کشن جوش بدایونی

بہارِ صحنِ گلستاں سے جا چکی، لیکن
دل و دماغ میں اک تازگی تو باقی ہے
چمن میں تو جو نہیں برق اس کا ماتم کیا
چمن میں آج تری روشنی تو باقی ہے

پھونک دی شعر و سخن کی روح ملک و قوم میں
اور دلّی کے ادب کو نازشِ فن کر دیا
بھول کر اُس کو نہ ہم یہ جوش بھولیں گے کبھی
برق نے مستقبلِ اردو کو روشن کر دیا

غزل

خود شناسی روشِ اہلِ جہاں تھی پہلے
ہر نظر اپنی ہی جانب نگراں تھی پہلے
چھین لی آپ کے جلووں نے نمایاں ہو کر
اک لطافت جو تصور میں نہاں تھی پہلے
یہی دنیا ہے کہ افسردہ و بے رنگ ہے آج
یہی دنیا تھی کہ رنگین و جواں تھی پہلے
لب تک آئی تو کبھی سوز کبھی ساز بنی
دل کی آواز جو دل ہی میں نہاں تھی پہلے
ہو گئی غم میں ترے فکرِ دو عالم سے نجات
ورنہ انساں کو یہ توفیق کہاں تھی پہلے؟
دل کے بجھنے سے بجھی شمعِ تمنائے حیات
دل جواں تھا تو یہ دنیا بھی جواں تھی پہلے
چونک کر ہم نے بھی چونکا دیا اُس کو اے جوش
زیست اک سلسلۂ خوابِ گراں تھی پہلے

غزل

جناب رمزؔ گنوری

کیوں بنی جاتی ہے اب نشتر زہر آگیں؟ جو نظر دل کے لئے اک رگِ جاں تھی پہلے

غزل

جناب روشؔ صدیقی

بیادِ برق

جو ترے غم سے ہے راحت وہ کہاں تھی پہلے؟ زندگی کشتۂ غم ہائے جہاں تھی پہلے

ہائے ویرانیٔ دنیا کہ خزاں ہے نہ بہار اتنی بے رنگ یہ تصویر کہاں تھی پہلے؟

اک نگاہِ غلط انداز نے توڑا یہ طلسم ذوقِ تشنگی وہم و گماں تھی پہلے

کھینچ لائی ہے درِ کعبۂ دل تک آخر وہ جو ہم کو ہوسِ وہم و گماں تھی پہلے

موج ہے نکہتِ گل آئینہ داں؟ ابرِ بہار خوب تفسیرِ حیاتِ گذراں تھی پہلے

کچھ نہ کہہ کر لگۂ ناز نے کہہ دی وہ بات کہ جو شائستۂ الفاظ و بیاں تھی پہلے

دل کی ہستی جو لٹی ہے تو ہوا جی ہلکا زندگی دوش پہ اک بارِ گراں تھی پہلے

کون پوچھے یہ چھلکتے ہوئے پیمانوں سے؟ کیا یہی وضعِ خراباتِ جہاں تھی پہلے؟

تیری پلکوں سے ہم آغوش ہے آنسو بن کر خاکِ دل جو ترے داماں پہ گراں تھی پہلے

کم نظر آج اسے غیر سمجھتے ہیں روشؔ
یہی اردو جو کبھی سب کی زباں تھی پہلے

غزل

جناب سلام مچھلی شہری

یہ تباہکاریٔ حالات کہاں تھی پہلے؟
کتنی آراستہ یہ بزمِ جہاں تھی پہلے؟

وہی دنیا ہے مگر اتنی پریشان و نڈھال
یہی دنیا تھی مگر کتنی جواں تھی پہلے

آپ کی زلف کی پُرنور بہاروں کی قسم
کہکشاں میری نگاہوں میں دھواں تھی پہلے

اب تو صہبا کو بنا سکتا ہوں میں آبِ حیات
ایک ناگن مری جانب نگراں تھی پہلے

برق کی یاد میں اس بزمِ سخن کی سوگند
اتنی بیکس نہ کبھی اردو زباں تھی پہلے

۱ء یہ ترکیب محلِ نظر ہے۔

غزل

جناب پروفیسر سیفی گنوری۔ ایم۔ اے

زندگی خواب حسیں، حُسن گماں تھی پہلے
عیش و غم کی ہمیں پہچان کہاں تھی پہلے

اجنبی دل کی عجب طرزِ بیاں تھی پہلے
لب تھے تصویر نگاہوں میں زباں تھی پہلے

سر بہ جنت کو لئے دُور سے آئی ہے سحر
شب گزاروں کی یہ تقدیر کہاں تھی پہلے؟

ان گنت سرمد و منصور ہیں حق گوئی کو
خدمتِ دار و رسن جنسِ گراں تھی پہلے

جُراتِ شوق نے عنوانِ محبت بدلا
اتنی بیگانہ نگاہی بھی کہاں تھی پہلے؟

یوں بھی دیکھا ہے کسی شوخ کی انگڑائی کو
شاخِ گل بن گئی جو سروِ رواں تھی پہلے

آج ہر گام پہ زنجیر ہے سرِ گام پہ دار
اتنی مقبول کہاں عمرِ رواں تھی پہلے؟

اب بھی بزم میں جلتا ہے پتنگوں کا لہو
زلفِ دلدارِ جہاں عطر فشاں تھی پہلے

حسنِ یوسف کو ملی خدمتِ زنداں سیفی
بےگناہی بھی عجب آفتِ جاں تھی پہلے

غزل

جناب پرشادی لعل اگروال شوق - بریلوی

زندگی کب مجھے اس درجہ گراں تھی پہلے؟   عصر نو کی سی مصیبت یہ کہاں تھی پہلے؟
چار تنکوں ہی کے رکھنے سے قیامت ٹوٹی   برق تعمیر نشیمن سے کہاں تھی پہلے؟
اہلِ ایماں نے جہاں آج بنائی مسجد   مے فروشی کی وہیں اپنی دکاں تھی پہلے
کوچۂ یار کے ذروں نے ضیا بخشی ہے   روشنی شمس و قمر میں یہ کہاں تھی پہلے؟

حضرتِ داغ نے اے شوق نکھارا ہے اسے
اس قدر صاف کہاں اردو زباں تھی پہلے؟

غزل

طالب دہلوی

آتشِ عشق بجھائے سے کہیں بجھتی ہے؟
یہ وہی آگ ہے طالب جو دھواں تھی پہلے

غزل

جناب عاقل مرادآبادی

درد دل میں تھا نہ لب پہ فغاں تھی پہلے   تم نہ آئے تھے تو یہ زیست گراں تھی پہلے
آج تو یاد تری پہروں رلاتی ہے مجھے   یہی وہ ہے کہ سکونِ دل و جاں تھی پہلے

اب ترا غم بھی مجھے سود نظر آتا ہے
وہ گئے دن کہ کبھی فکر زیاں تھی پہلے

غزل

جناب عشرت کرتپوری

جس کے دامن میں نشیمن کو اماں تھی پہلے   ہاں یہی برق ہی برق تپاں تھی پہلے

آپ چاہے اسے تسلیم کریں یا نہ کریں — زندگی کارگہِ شیشہ گراں تھی پہلے
لُٹ گئے اہلِ وفا جب سے ہوا احساس مجھے — تیری رحمت مرے معبود کہاں تھی پہلے؟
اس سے پہلے بھی تو انساں تھا مذہب کا اسیر — یہ مگر شدّتِ جذبات کہاں تھی پہلے؟
آج کے عہدِ بہاراں سے بہت ملتی ہے — میری آنکھوں میں جو تصویرِ خزاں تھی پہلے

میں تھا مصروف غمِ دہر کے ہنگاموں میں
آپ سے ملنے کی فرصت ہی کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب فطرت انصاری سکندر آبادی

یہ ترے لطف و کرم کا ہے تقاضا ورنہ — حسرتِ دید مرے دل میں کہاں تھی پہلے؟
نو عروسانِ چمن تم کو نہیں یہ معلوم — کتنی بے حس نگہِ دیدہ وراں تھی پہلے؟
یاد بھی ہے تجھے اے گردشِ ایام کہ جب — میرے ہاتھوں میں کبھی تیری عناں تھی پہلے
ہیں وہی تنکے حقیقت میں چمن کی زینت — مضطرب جن کے لئے برقِ تپاں تھی پہلے

آج وہ بات بھی سُننی پڑی ہم کو فطرت
بات جو اپنی طبیعت پہ گراں تھی پہلے

غزل

جناب قاسم شبیر نقوی نصیر آبادی

آدمیت جو سکونِ دل و جاں تھی پہلے — زندگی صبحِ حسیں "شامِ جواں" تھی پہلے
دل دھڑکتا ہے کہ وہ ہوں نہ کرم پر مجبور — اِس قدر سعیِ مدارات کہاں تھی پہلے؟
درد ہی درد ہے "اب درد کے آثار نہیں" — دل تھا قابو میں تو کچھ تابِ فغاں تھی پہلے
گردشِ شام و سحر سے بھی بنائے نہ بنی — اپنی منزل پہ یہ دنیا ہے جہاں تھی پہلے
تیرا غم تیرا تصور تری باتیں تری یاد — اتنی دولت مرے دامن میں کہاں تھی پہلے؟

ہائے یہ وقت کہ اب روٹھ گئی بزمِ حیات — یہی محفل مری جانب نگراں تھی پہلے
اب کسی کی نگہہِ ناز بیاں کرتی ہے — داستاں عشق کی محتاجِ بیاں تھی پہلے
ہائے اب کربِ محبت ہے اُن آنکھوں سے عیاں — طبعِ نازک پہ تمنا بھی گراں تھی پہلے
تیرا غم بخش گیا مستقلاً کیفِ حیات — ہر بہار اپنی بہارِ گذراں تھی پہلے
اُن کے غم نے مجھے انسان بنایا قاسم
دل میں یہ عظمتِ احساس کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب ڈاکٹر ودیا ساگر قمر

اشک آنکھوں میں، نہ ہونٹوں پہ فغاں تھی پہلے — اک قیامت مرے سینے میں نہاں تھی پہلے
ہائے وہ شاخ بھی اب صحنِ گلستاں میں نہیں — بلبلِ زار جہاں نوحہ کناں تھی پہلے
سوزشِ عشق نے اس کو بھی کیا شعلہ فشاں — چشمِ مشتاق جہاں جوئے رواں تھی پہلے
نام اُس کے بھی سنائے ہیں مقدر نے ہمیں — جس کے ہرگز نہ کبھی منہ میں زباں تھی پہلے
دیکھ کے چھیڑ کسی سوختہ ساماں کو قمر
یہ وہ خرمن ہے جہاں برقِ تپاں تھی پہلے

غزل

جناب ڈاکٹر کمال الدین اثر کمال مدراس

شدتِ غم دلِ ہستی میں نہاں تھی پہلے — لب پہ شیون تھا نہ فریاد و فغاں تھی پہلے
آپ آئے ہیں تو آئی ہیں بہاریں اس میں — گلشنِ عشق و محبت میں خزاں تھی پہلے
دل لگایا ہے تو جینے کا بھی آیا ہے یقیں — زندگی اصل میں اک وہم و گماں تھی پہلے
اب تو بے ساختہ آجاتے ہیں نالے لب پر — بے زبانی ہی کبھی میری زباں تھی پہلے
آج دنیا تری نسبت سے مجھے جان گئی — زندگی اصل میں بے نام و نشاں تھی پہلے

میری رگ رگ میں محبت ہے رواں بھی کمال — میری رگ رگ میں محبت ہی رواں تھی پہلے
بزمِ امکاں کی رونق ہے محبت سے کمال
جب نہ تھا عشق تو یہ بات کہاں تھی پہلے؟

قطعہ بہ پیکرِ غزل

جناب گلزار زتشی دہلوی

تمہید

حسرت و آرزوئے شوق جواں تھی پہلے — اتنی تسکین محبت میں کہاں تھی پہلے؟
وائے خوش فہمیِ اربابِ بہول کاریہاں — اب کہاں رسم وفا وہ کہ جواں تھی پہلے

رُخِ اوّل

آج معتوب ہے جو اہلِ سیاست کے طفیل — کتنی مقبول وہی اُردو زباں تھی پہلے؟
آج افسوس جسے جس نے تقسیم کیا — مطلعِ علم یہ اک کاہکشاں تھی پہلے
زمزم و کوثر و تسنیم کا کے کریر تو — آبِ گنگا کی یہی موجِ رواں تھی پہلے
جس کو احباب کبھی قندِ مکرر کہتے تھے — وادیِ گنگ میں وہ شیر زباں تھی پہلے
قلعۂ سرخ کی دربارِ اودھ کی زینت — چند مخصوص جھروکوں میں نہاں تھی پہلے
ایک تہذیبِ مکمل تھی زباں ہی تو نہ تھی — گوشے گوشے میں تمدن کے عیاں تھی پہلے

رُخِ دوم

آج کل دہر میں سکہ ہو رائج اس کا — وہ جو دو شہر کے گوشوں میں نہاں تھی پہلے
اہلِ دل اہلِ نظر سب کی چہیتی ہے اب — جو فقط شاذ گہی اہلِ زباں تھی پہلے
اب تو اقوام کے مرکز میں گزر ہے اس کا — دورِ محکومی میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

آج کس درجہ ہے گلزارِ ادب کی زینت
نغمہ سنجی کی یہی طرز کہاں تھی پہلے؟

ے مراد ہے دلی اور لکھنؤ سے

غزل

جناب مونس بن اقبال

کس قدر عشق میں تاثیر نہاں تھی پہلے
میری حالت ترے چہرے سے عیاں تھی پہلے

آشیانوں میں ہوئی آج نمایاں، ورنہ
روحِ گلشن میں نہاں برقِ تپاں تھی پہلے

عشق ایثار تھا ایثار میں کیا دخل ہوس؟
یہ کہاں کشمکشِ سود و زیاں تھی پہلے؟

تم جو آئے تو گماں ہوتا ہے زندہ ہوں میں
ورنہ ہر سانس مری تیغ رواں تھی پہلے

نکہتِ لطفِ حسن اردو یہ نہیں ہے مونس
برق و چکبست کی محبوب زباں تھی پہلے

غزل

جناب مخمور سعیدی ٹونکی

اجنبیت ہم اس درجہ کہاں تھی پہلے
تھی وہاں بھی وہی صورت جو یہاں تھی پہلے

اب اک آنسو بھی نہیں ہے سرِ مژگاں لیکن
چشمِ تر تھی کہ جواہر کی دکاں تھی پہلے

وہ فسونِ نگہہِ ناز ارے کیا کہنا
ٹھہری ٹھہری سی یہی عمرِ گریزاں تھی پہلے

بن گئی کلفتِ دل تلخیِ جاں کیا کہئے
جو نظر راحتِ دل عشرتِ جاں تھی پہلے

کر دیا آبلہ پایانِ جنوں نے سیراب
خاکِ سرِ دشت و چمن تشنہ وہاں تھی پہلے

یہ نتیجہ ہے ترے غم سے سبکدوشی کا
زندگی اتنی گراں بار کہاں تھی پہلے؟

اب بھنور بن کے ڈبونے کو جو بیتاب ہوئی ہیں
کشتیٔ دل انہیں موجوں پہ رواں تھی پہلے

کسی محبوب سی دنیا کی طرف اٹھتی ہے
وہ نظر جو تری جانب نگراں تھی پہلے

زندگی بھر کا اب آزار بنی جاتی ہے
اک خلش سی جو قریبِ رگِ جاں تھی پہلے

ہم اک امید پہ بڑھ آئے ہیں آگے مخمور
ورنہ دنیا وہیں اب تک ہے جہاں تھی پہلے

غزل

جنابِ پنڈت رام کرشن مضطر مضطر ککوڑوی
نائب مدیر ملاپ روزانہ

زیست بے مقصد و بے نام و نشاں تھی پہلے
اس قدر تیری توجہ ہی کہاں تھی پہلے؟

قرب سے تیرے ہوا ہے مجھے احساسِ حیات
زندگی ورنہ حدیثِ دگراں تھی پہلے

تیری نسبت سے ہے کس درجہ عزیز و محبوب
یہی ہستی کہ جو اک بارِ گراں تھی پہلے

اب محبت کی صداقت ہے یقین و ایماں
یہ حقیقت بھی مگر وہم و گماں تھی پہلے

اُن کو دیکھا تو ہوئی مائل رقص و نغمہ
آرزو نالہ کناں اشک فشاں تھی پہلے

اب ہے احساس و تفکر کے حقائق کی امیں
شاعری شعبدۂ لفظ و بیاں تھی پہلے

غزل

جنابِ باوا کرشن گوپال مغموم بی اے

آتشِ عشق نہاں تھی نہ عیاں تھی پہلے
جو تپش آج ہے سینے میں کہاں تھی پہلے؟

وہ نظر بھی نہ ہوئی میری محبت کی امیں
رات دن جو مرے دل کی نگراں تھی پہلے

حیف اس دورِ نمائش میں اک افسانہ بنی
وہ خموشی کہ محبت کی زباں تھی پہلے

مٹتی جاتی ہے بتدریج نئی دنیا میں
اپنی تہذیب جو عظمت کا نشاں تھی پہلے

ایک بیدرد کا فیضانِ تغافل تو بہ
میری آنکھوں میں یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

آہ اب فرصتِ یک نالہ کی توفیق نہیں
زندگی نغمہ فشاں زمزمہ خواں تھی پہلے

رازِ عشق اور زمانہ کی زباں پر توبہ
بات جو دل میں تھی لب پہ وہ کہاں تھی پہلے؟

آج دنیا سے کوئی خاک توقع رکھے
آدمیت کی یہی مرتبہ داں تھی پہلے

دلِ انساں میں کہیں بھی تو نہیں ہے مغموم
وہ محبت کہ جو سرمایۂ جاں تھی پہلے

غزل

جناب محسن زیدی ایم اے

اس میں یہ تابِ تپِ عشق کہاں تھی پہلے؟ — زندگی شمع تو تھی غم کا دھواں تھی پہلے
کچھ عجب کیفیتِ سوزِ نہاں تھی پہلے — جیسے اک برق سی سینے میں نہاں تھی پہلے
راہِ دل اب جو ہے ویران سی اک راہ گزر — تیرے جلووں کی یہی کاہکشاں تھی پہلے
اب طبیعت میں روانی وہ کہاں ہے ورنہ — جیسے اک موجِ مئے ناب رواں تھی پہلے
آج ہر سنگ ہے اک پھول ترے غم کے طفیل — زندگی اپنے لئے بارِ گراں تھی پہلے
کیا یہی رنگِ جفا کا تھا یہی طرزِ ستم — ایسی ہی کیا روشِ شہریاں تھی پہلے؟
اب سے پہلے نہ کوئی غم تھا غمِ دل کے سوا — غمِ دوراں کی ہمیں فکر کہاں تھی پہلے؟
اب تو ہر جام میں زہراب بھرا ہو جیسے — اس قدر تلخ تری یاد کہاں تھی پہلے؟

قریۂ عشق کو ہم سے ملی شہرت محسن
یہ وہ بستی ہے جو بے نام و نشاں تھی پہلے

غزل

محترمہ ارونا بنیق ناہید بدایونی

گھر میں تسکیں تھی نہ صحرا میں اماں تھی پہلے — زندگی دوشِ جنوں پر بھی گراں تھی پہلے
میری خاموشی بھی دنیا سے کبھی گویا تھی — بے زبانی ہی کبھی اپنی زباں تھی پہلے
اب تو اک نغمۂ خودداریِ غم ہے پیہم — لب پہ میرے جو کبھی آہ و فغاں تھی پہلے
فیصلہ جب کیا جینے کا قضا بھی آئی — کوئی ظالم سے یہ پوچھے تو کہاں تھی پہلے؟
حسن کو ناز تھا گر شعلہ رخی پر اپنی — عشق کی زندگی بھی شعلہ بجاں تھی پہلے
بزمِ گل میں نہیں سوسن تو چمن سونا ہے — وہ زباں ہائے جو گلشن کی زباں تھی پہلے
اس کے دل میں ہے خدا جانے یہ گمنامی کیوں؟ — ورنہ ناہید یہی ہیچمداں تھی پہلے

۱؎ مراد ابجد سے ہے

بقافیہ بات رات وغیرہ

مصرعِ طرح :- جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

قافیہ

غزل

سحابِ سخن حضرت مولانا آبر احسنی گنوری

زیست غیرت دہ ظلمات کہاں تھی پہلے ؟
روزِ روشن میں مُرادات کہاں تھی پہلے ؟

نالے تھے اشکوں کی بہتات کہاں تھی پہلے ؟
لُو چلا کرتی تھی برسات کہاں تھی پہلے ؟

بارِ عشق آپ نے سونپا تھا ازل میں مجھکو
میری جانب سے شروعات کہاں تھی پہلے ؟

عشق نے میرے اسے بخش دیا حسنِ قبول
آپ کے حُسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے ؟

پڑ گیا نام محبت کا ہوس دُنیا میں
قسمتِ عشق میں یہ مات کہاں تھی پہلے ؟

آ گیا رنگ کہا وعظ جو پی کر اے شیخ
بات یہ قبلۂ حاجات کہاں تھی پہلے ؟

کام ساقی کا کوئی آنہ پڑا ہو لے ابر
میکشوں کی یہ مدارات کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب کالیچرن سکسینہ اثر دہلوی

تابِ اظہارِ خیالات کہاں تھی پہلے ؟
یہ ملاقات ملاقات کہاں تھی پہلے ؟

اُن سے گھر بیٹھے ملاقات کہاں تھی پہلے
"جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے" ؟

ہم نے مجموعۂ آفات بنایا ہے اسے
زیست مجموعۂ آفات کہاں تھی پہلے ؟

جتنے تاریک ہمیں دن نظر آتے ہیں اب
اتنی تاریک کوئی رات کہاں تھی پہلے ؟

بند آنکھوں سے تجھے دیکھ لیا کرتے ہیں
یہ نئی رسمِ ملاقات، کہاں تھی پہلے ؟

چشمِ پرنم ترے اشکوں کی جھڑی کے آگے
پانی پانی کوئی برسات کہاں تھی پہلے ؟

موت اک سطح پہ لے آئی کہ و مہ کو اثر
ورنہ یہ شکل مساوات کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب کنور بہادر سکسینہ ارمان لسولوی۔ ایم کام ایل ایل بی

آپ کے لب پہ مری بات کہاں تھی پہلے؟ — "جذب دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"
شمع امید ترے لطف و کرم کے صدقے — اتنی پُر نور مری رات کہاں تھی پہلے؟
ہمہ تن آہ تھے ہم اشک کہاں بہتے تھے؟ — ابر ہی ابر تھا برسات کہاں تھی پہلے؟
میرے دامن میں دُرِ اشک کہاں تھے اتنے؟ — تیرے الطاف کی بہتات کہاں تھی پہلے؟

صورتِ تیر اتر جاتے ہیں دل میں ارمان
تیرے اشعار میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب پروفیسر ایس۔ ایل بختی اختر امرتسری
یادگار رونق دہلوی

ان کے الطاف نے بیباک کیا ہے ہم کو — ورنہ یہ تابِ سوالات کہاں تھی پہلے؟
آپ کے فیض سے جانا ہے زمانے نے مجھے — اتنی مشہور مری ذات کہاں تھی پہلے؟
زلفِ شبگوں کے تصور سے اندھیرا ہے محیط — ورنہ ظلمات ہی ظلمات کہاں تھی پہلے؟
مرغِ تخئیل کو رفعت بھی نظر آتی ہے پست — ایسی پروازِ خیالات کہاں تھی پہلے؟

کششِ عشق ہے وہ جلوہ فگن ہیں اختر
"جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"

غزل

جناب پریم پال اشک ایم اے

آپ کو آج بہ اندازِ دگر دیکھا ہے — زندگی مائلِ آفات کہاں تھی پہلے؟
تو نے تو ہم سے نہ ملنے کی قسم کھائی تھی — تیری ہر بات میں اک بات کہاں تھی پہلے؟
اشک آنکھوں سے گرے منہ سے مگر کچھ نہ کہا — زندگی حاملِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب خان محمد اسلمؔ ایڈووکیٹ گوجرانوالہ (پاکستان)

ہم کو معلوم ہے واعظ کی حقیقت اسلمؔ
زیرِ مسجد یہ خرابات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب سید عبدالعلی اظہارؔ سہسوانی از کراچی (پاکستان)

یاد کرتے ہیں، بلاتے ہیں، قدم لیتے ہیں — "جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟
آپ کے ساتھ مقدر ہے قضا بھی آئی — اُس سے پوچھے کوئی "بدذات کہاں تھی پہلے؟
شاید اظہارؔ کسی بُت نے ستایا ہے تمہیں
لب پہ دن رات مناجات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب الفتؔ امین آبادی مدیر حصہ نظم پرتاپ روزانہ نئی دہلی

فکرِ روزی تو ہمیشہ ہی رہی ہے لیکن — کشمکش سے بسر اوقات کہاں تھی پہلے؟
نزع میں یاد کیا تجھ کو خدایا ورنہ — مجھ کو محسوس تری ذات کہاں تھی پہلے؟
جذبۂ عشق نے یہ بات کہاں پہنچا دی؟ — جلوۂ حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
بیخودی کھینچ کے لے آئی ہے مجھ کو ورنہ — جرأتِ شوقِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟
غمِ الفتؔ ترا احسان کہ تو نے بخشی
لذتِ درد کی سوغات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب احسان دہلوی

میرا احساس دہکتا ہوا انگارہ ہے — آہ! یہ شدتِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب رام بسمل امرتسری - ادیب فاضل

آپ کے غم نے غم دہر سے آزاد کیا
میرے بس کی یہ بھلا بات کہاں تھی پہلے
گلعذار دل سے بڑھا حسن گلستانوں کا
ورنہ یہ رونق باغات کہاں تھی پہلے؟
ظلمت ہجر سے دن رات نظر آتا ہے
ورنہ ہر رات تھی دن، رات کہاں تھی پہلے؟
حسرت رنج والم، ظلم وستم، جور وجفا
مرحبا عشق، یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟
جانے کیوں بھاتی نہیں بات کسی کی ہمدم؟
زندگی میں مری یہ بات کہاں تھی پہلے؟

ہم کلام آج حسینوں سے ہوا ہے بسمل
اس کی ہر بات حسیں بات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب بسمل کپور تھلوی

آرزو غم کے نئے موڑ پہ آئی تو سہی
یہ خلش حاصل جذبات کہاں تھی پہلے؟
برق دھر دھر کو گلستاں ہی سے ضد ہے شاید
شاخ گل مرکز آفات کہاں تھی پہلے؟
دل کی دھڑکن سے نئے گیت جنم لیتے ہیں
زندگی حاصل نغمات کہاں تھی پہلے؟
تیرے جلووں سے نیا روپ ملا ہے اس کو
پھول کے حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
غم کے سائے بھی نہیں فکر ونظر کی حد تک
عشق میں اتنی کرامات کہاں تھی پہلے؟
اب تری یاد سسکتی ہے مرے اشکوں میں
اس قدر شدت جذبات کہاں تھی پہلے؟
اب تو آتی ہی نہیں آہ بھی کوئی لب پر
اتنی مجبوری حالات کہاں تھی پہلے؟
بدگماں آپ ہیں کیوں میری وفا کیشی سے
آپکے ذہن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

یہ ہے احسان فراوانی غم اے بسمل
اتنی تکریم خرابات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب بہار برنی نائب مدیر الجمعیۃ روزانہ دہلی

ہم سے دیوانوں کا صدقہ ہے بہارِ گلشن — بوئے گل مظہرِ جذبات کہاں تھی پہلے؟
ہائے دشمن سے بھی ملتا نہیں اب اُن کا خلوص — دوستی اتنی بڑی بات کہاں تھی پہلے؟
اُن کے جلووں سے ہے رعنائیِ تخئیلِ بہار
یہ جواں دن یہ حسیں رات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب محمد عبداللہ بیدل بیکانیری

حسبِ دلخواہ کوئی بات ہوئی ہے شاید — آج جیسی یہ مدارات کہاں تھی پہلے؟
افقِ نور سے چمکا نہ تھا جب تک خورشید — مطلعِ نور تری ذات کہاں تھی پہلے
نازبرداری اسے حسن کی کہنا ہے بجا — نقدِ جاں سی کوئی سوغات کہاں تھی پہلے؟
چشمِ ساقی کی کرامت کا اثر ہے بیدل
دل نشیں آپ کی ہر بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب پرکاش ناتھ پرویز ایم اے

تیرہ بادِ روایات کہاں تھی پہلے؟ — منتشر کاکلِ حالات کہاں تھی پہلے؟
حضرتِ شیخ بھی ہیں بادہ کشی پر مائل — اتنی توہینِ خرابات کہاں تھی پہلے؟
میری مشتاق نگاہوں نے نکھارا ہے اسے — آپ کے حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
یاد نے اُن کی مرے دل میں جلائے ہیں چراغ — روکشِ صبح مری رات کہاں تھی پہلے؟
آپ کے جورِ فراواں کو دعا دیتا ہوں — رنگینیِ جذبات کہاں تھی پہلے
یہ مرے عشق کا اعجاز نہیں تو کیا ہے؟ — اتنی دلچسپ تری ذات کہاں تھی پہلے
اُن کی پلکوں پہ لرزتے ہیں ستارے پردیپ — [illegible] کہاں تھی پہلے

غزل

جناب پروفیسر جاوید وششٹ

شوخیٔ رمز و اشارات کہاں تھی پہلے ؟
نگہہ دوست میں یہ بات کہاں تھی پہلے ؟

ذکرِ ساقی یہ چلی بات یہی رندوں میں
تشنہ لب روح خرابات کہاں تھی پہلے ؟

حسنِ پیکر ہے اک ذوق تماشہ ہے بلا
روح تھی جلوہ گہہ ذات کہاں تھی پہلے ؟

رنگ جھلکا ہے ترے حسن کا آئینے میں
آنکھ حیران کہ یہ بات کہاں تھی پہلے ؟

دل جلایا ہے تو چمکا ہے کہیں عزم جواں
روشنی فاتح ظلمات کہاں تھی پہلے ؟

دل محبت سے جو ملتے تھے تو مل جاتے تھے
عشق میں ہار کہاں مات کہاں تھی پہلے ؟

ہم تھے اور لطف ملاقات کے لمحے جاوید
حسرتِ لطفِ ملاقات کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب فقیر جنید حسین حسرت رسالپوری

شعلۂ عشق سے اب حسن نکھر آیا ہے
شبنمی حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے ؟

شکریہ آپ نے تائید جو کی محفل میں
ورنہ ہر بات مری بات کہاں تھی پہلے ؟

میں نے میخانے کا دستور بدل ڈالا ہے
وقعتِ رندِ خرابات کہاں تھی پہلے ؟

بادہ جام بھی ہے، ساقیٔ محفل بھی ہے آج
میری تقدیر میں یہ رات کہاں تھی پہلے ؟

آہِ سوزاں نے سجائے ہیں فلک پر شعلے
ماہ و انجم سے بھری رات کہاں تھی پہلے ؟

میرے اشکوں نے سکھائی ہے جھڑی ساون کو
یوں چھما چھم کی یہ برسات کہاں تھی پہلے ؟

وقتِ آخر مری بالیں پہ وہ آئے حسرت
پُر اثر ہائے مناجات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب حسین سکندر آبادی

میکشی اتنی تنگ خرابات کہاں تھی پہلے ؟ — یہ نئی بات ہے یہ بات کہاں تھی پہلے ؟
حسن کے لب پہ مناجات کہاں تھی پہلے ؟ — آہ میں اتنی کرامات کہاں تھی پہلے ؟
یہ نوازش ہے غم عشق کی ورنہ اے دوست! — روز و شب اشکوں کی برسات کہاں تھی پہلے ؟
ایک سی ہو گئی اب عشق و ہوس کی صورت — ہائے! یہ صورت حالات کہاں تھی پہلے ؟

آپ کا عکس بھی دھندلا سا نظر آتا ہے
دل کے آئینے میں یہ بات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب برہمانند حقیر

بندگی شرط رسومات کہاں تھی پہلے ؟ — اتنی محدود تری ذات کہاں تھی پہلے ؟
اُن کا جلوہ ہی تڑپ اٹھا ہے خود زیر نقاب — ذوق دیدار میں یہ بات کہاں تھی پہلے ؟
ہر گھڑی رنگ نیا، روپ نیا، ڈھنگ نیا — زندگی عکس طلسمات کہاں تھی پہلے ؟
سیر افلاک میں ہمدوش ملائک ہوتا — ذرہ خاک کی اوقات کہاں تھی پہلے ؟

اُن کے اعجاز محبت کا ہے یہ فیض حقیر
معجزہ ورنہ مری بات کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب پنڈت رتن موہن زلشی خار دہلوی

دل پہ صدموں کی یہ بہتات کہاں تھی پہلے ؟ — ہائے مگر تم سے ملاقات کہاں تھی پہلے ؟
اُن کے سینے میں بھی الفت کی کرن پھوٹی ہے — روشنی داخل ظلمات کہاں تھی پہلے ؟
ہو گیا سایۂ دیوار ہما کا سایہ — چین سے یوں بسر اوقات کہاں تھی پہلے ؟
انتظار آنکھوں میں اور دل میں تمنائے وصال — ایسی رنگین مری رات کہاں تھی پہلے ؟
چشم ساقی نے نظر کو مری عرفاں بخشا — محرم راز خرابات کہاں تھی پہلے ؟

دے کے دل آپ کو سو روگ لگائے ہم نے — زندگی موردِ آفات کہاں تھی پہلے؟

فیض ہے پنجۂ مژگاں کا کسی کے اے خار
اشکِ خوں کی یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

غزل (مزاحیہ)

جناب شیدا دہلوی

لب نازک پہ خرافات کہاں تھی پہلے؟ — مرد و عورت میں مساوات کہاں تھی پہلے؟
اس ترقی کے زمانے کو دعا دیتے ہیں — چھوٹا منہ اور بڑی بات کہاں تھی پہلے؟
چور دروازہ میخانہ بنا جب سے ہوئی — ورنہ زاہد سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟
ہاں بنانی ہی پڑی آ گئے جب پردیسی — ورنہ دلّی میں حوالات کہاں تھی پہلے؟
گورکن ہیں جیسے سے شاداں ہے تجارت چلتی — گرم بازاریٔ اموات کہاں تھی پہلے؟

وہ تو یوں کہیے کہ رشوت کا زمانہ آیا
ورنہ خنداں کی یہ اوقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب سُدرشن درد بی اے آنرز ایم اے

آپ سے ایسی ملاقات کہاں تھی پہلے؟ — دل میں یہ گرمیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟
مل گئے آپ تو جینے کی تمنا جاگی — ورنہ جینے کی کوئی بات کہاں تھی پہلے؟
اب تمنا ہی نہیں کوئی بھی مرنے کے سوا — ایسی مایوسیٔ حالات کہاں تھی پہلے؟
بے بلائے وہ چلے آتے مری محفل میں — جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟

درد مغرور کیا اس کو وفاؤں نے تری
ورنہ ظاہر ہے کہ یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب رسا

چشمِ ساقی نے سکھائی ہے مجھے بادہ کشی — زندگی وقفِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب رشی پٹیالوی

جذبۂ عشق میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
روز روز اُن سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟

کچھ مرے حسنِ نظر کا بھی ہے اعجاز ضرور
جلوۂ حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

زندگی عشق سے پہلے بھی تھی معمورِ الم
لیکن آسودۂ صدمات کہاں تھی پہلے؟

یہ کرشمہ ہے تری چشمِ فسوں ساماں کا
دل میں رنگینیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟

ذکرِ رنگینیٔ اُلفت نے بڑا کام کیا
لذتِ حرف و حکایات کہاں تھی پہلے؟

سازِ الفت کی کرامات نظر آتی ہے
اے رشی بارشِ نغمات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب برج لال جگی رعنا - بی اے

چشمِ ساقی سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟
دل میں یہ مستیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟

عقل کا بنیادِ صد آفات کہاں تھی پہلے؟
روشنی باعثِ ظلمات کہاں تھی پہلے؟

اے غمِ عشق یہ تیرا ہی کرم ہے ورنہ
زندگی اتنی خوش اوقات کہاں تھی پہلے؟

عشق نے حسن کو احساسِ نزاکت بخشا
غمزۂ حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

تلخیٔ غم کا تقاضا ہے تسلسل ورنہ
زندگی نذرِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

یوں تو اُن سے ہے رہ و رسم پرانی لیکن
بے تکلف یہ ملاقات کہاں تھی پہلے؟

کر دیا عقل نے اب فکر و نظر کو محدود
زیست پابندِ مقامات کہاں تھی پہلے؟

جل اٹھا دل میں کوئی داغِ محبت شاید
زندگی ایک حسیں رات کہاں تھی پہلے؟

گرمیٔ دیر و حرم آ گئی کھنچ کر شاید
ورنہ میخانے میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

عارضِ گیسوئے جاناں کا کرم ہے ورنہ
یہ حسیں دن، یہ جواں رات کہاں تھی پہلے

گردشِ جام و سبو تھم گئی شاید رعنا
تیز یوں گردشِ حالات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب کویراج رگھونندن سنگھ ساحر دہلوی

آنکھ ملتے ہی ہوئی دل میں محبت پیدا
یہ تمنائے ملاقات کہاں تھی پہلے؟

حضرتِ شیخ نے جا جا کے پڑھائی تو قبیر [illegible]
اس قدر قدر خرابات کہاں تھی پہلے؟

اس کی قدرت کا ہے یہ سارا ظہور ورنہ
ہستیٔ عالمِ اثبات کہاں تھی پہلے؟

دل بھی انوارِ حقیقت سے منور کب تھا؟
یہ [illegible] کہاں تھی پہلے؟

کر دیا عشق نے بدنام زمانہ ساحر
ورنہ یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب شیو دیال سحاب

اب یہ صورت ہے کہ امکاں ہی نہیں فرقت کا
ان سے دن رات ملاقات کہاں تھی پہلے؟

عکس نے دیکھ لیا حسن کو آئینے میں
عشق میں ایسی کرامات کہاں تھی [illegible]

عقل راس آنہ گئی ہو ترے دیوانے کو
فکرِ ناسازیٔ حالات کہاں تھی پہلے

نغمے تیرے ہیں مگر ہیں مرے ہونٹوں پہ رواں
تیری سرِ بات، مری بات کہاں تھی پہلے؟

ڈھل گیا عشق بھی اب حسن کے سانچے میں سحاب
بازیٔ زیست میں یوں مات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب مہاشہ جیمنی سرشار

ان سے امید ملاقات کہاں تھی پہلے
اپنی تقدیر میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

دھڑکے دل جہان کو اک روگ لگایا ہم نے
بیقراری بھی یہ دن رات کہاں تھی پہلے؟

یہ جوانی کا زمانہ بھی قیامت ہے دوست!
زندگی محشرِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

تیرے میخانے میں تخصیص کے اتنے پہلو
بات یہ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

کھینچ کر آپ کو لائے مرے میخانے تک
"جذبِ دل" میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟

کچھ مرے عشق نے بھی اس کو نکھارا ہوگا
آپ کے حسن میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

حسن بے پردہ ہوا عشق کی توقیر گئی
آہ! یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

ساتھ اُن کے جو بسر آج ہوئی ہے سرشار
مختصر اتنی کوئی رات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب ستیہ پال سلیم خانپوری

ہم جو آئے ہیں تو دلّی کی بھی کچھ بات بنی
ورنہ دلّی کی جو ہے بات کہاں تھی پہلے؟

شاعری ہی کے وسیلے سے ملے ان سے سلیم
ورنہ آپس میں ملاقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب سُمن سرحدی

غم تو اس وقت بھی تھے قلبِ پریشاں کو مگر
اتنی مغموم مری ذات کہاں تھی پہلے؟

عطر میں بھیگی ہوئی زلف کو جھٹکا اس نے
نکہت و نور کی برسات کہاں تھی پہلے؟

ختم ہو گی شیوۂ تفریقِ من و تو اے دوست
من و تو میں یہ مساوات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب پروفیسر سیفی پریمی گنگوری ایم اے

فکرِ تہذیبِ خیالات کہاں تھی پہلے
خوش خیالوں سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟

وحشتِ دل نے ہی کچھ تیرا چلن سیکھ لیا
کوششِ ترکِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟

دل ہے راضی برضا تجھ کو خفا گو ہے مگر
دوست! یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

دل پہ نظریں ہیں کسی سحرِ چمن کی سیفی
اتنی رنگینیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب مہتہ جانن رام شرر بی ایس سی آنرز بی ٹی

لب عالم یہ مری بات کہاں تھی پہلے؟ — عاشقی حرف و حکایات کہاں تھی پہلے؟
میں تری شانِ تغافل کو دعا دیتا ہوں — غم و آلام میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
غیرتِ ماہِ دو ہفتہ ہے ہر اک داغِ جگر — ایسی قسمت میں حسیں رات کہاں تھی پہلے؟
میں نے دیکھا تھا ازل میں بھی تجھے بے پردہ — مجھ سے پوشیدہ تری ذات کہاں تھی پہلے؟
تیری آنکھوں نے بنایا ہے شرابی مجھ کو — زندگی صرفِ خرابات کہاں تھی پہلے؟
ہے نزدیک تری مست نگاہوں کی شراب — اس قدر لطف کی برسات کہاں تھی پہلے؟

یوں بھٹکتا نہ شرر دشتِ جنوں میں پیہم
خضرِ منزل سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب راج بہادر شرر بی اے

نظمِ تخریب کمالات کہاں تھی پہلے؟ — حشر انگیزیٔ ذرات کہاں تھی پہلے؟
شکلِ تہذیب ڈراتی ہے درندہ بن کر — عقل وارفتۂ جذبات کہاں تھی پہلے؟
جس سے مسموم ہوئی آج فضائے عالم — ارضِ مغرب کی یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟
چاند پر اڑنے کو تہذیب کے پر نکلے ہیں! — مشتِ خاکی کی یہ اوقات کہاں تھی پہلے؟
آسمانوں سے فرشتوں کا لہو گرتا ہے — خونِ معصوم کی برسات کہاں تھی پہلے؟
اپنے مطلب کے خدا آج بنالئے ہم نے — خود پرستی کی مناجات کہاں تھی پہلے؟
ہر نفس اُن سے کیا کرتا ہوں دل کی باتیں — میری خاموشی میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
جرم تہذیب کے بتخانے میں پہلے بھی تھے — جرم تھے، جرم کی بہتات کہاں تھی پہلے؟

ایک ہی باپ کی اولاد شرر ہم سب ہیں
فرقہ بندی تھی کہاں؟ ذات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب پرشادی لال اگروال شوقؔ بریلوی

حسن کو فکرِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟
جذبۂ عشق میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

میں نے جلووں کو ترے عام زمانے میں کیا
روشناس اتنی تری ذات کہاں تھی پہلے؟

تیری فرقت نے بہ سر لمحہ رُلایا مجھ کو
ورنہ بے وقت کی برسات کہاں تھی پہلے؟

کوچۂ یار کے ذروں نے ضیا بخشی ہے
ماہ و انجم میں یہ جو بات کہاں تھی پہلے؟

دورِ ماضی کی تھی تہذیب حقیقی تہذیب
عصرِ نو کی سی خرافات کہاں تھی پہلے؟

اب تو بے پردہ نظر آتے ہیں جلوے اُن کے
نگہِ شوق میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

فیضِ استاد سے مقبول غزل ہے شوقؔ
تیرے اشعار میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب نگیشور دیال صوفیؔ ملند شہری ایم اے - ایل ایل بی

چشمِ مشتاق ملاقات کہاں تھی پہلے؟
دل میں طغیانیِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

لبِ ناکام پیار ہوئی ہے حاصل
"جذبۂ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے"

ہیچ ہے اس کی نگاہوں میں متاعِ تسکین
دلِ بیتاب میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

شوقِ صادق کی بدولت یہ ملی ہے اے دوست
درد سے دل کی ملاقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب مہر لال سونی ضیاؔ فتح آبادی - ایم اے

صورتِ لطفِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟
جرأتِ شوق کی یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غمِ الفت کا فقط جذبِ اثر ہے ورنہ
میری ہر بات تری بات کہاں تھی پہلے؟

چشمِ ساقی کا یہ افسونِ کرم ہے شاید
جامِ لبریز کی برسات کہاں تھی پہلے؟

ناوکِ غمزۂ دلدوز کوئی اور بھی ہے؟
لذتِ درد میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

مکتبِ عشق میں انساں کو ملا درسِ ثبات
ہم اخوت یہ مساوات کہاں تھی پہلے؟

آمدِ حسن سے آیا ہے گلشن پہ نکھار
نکہتِ رنگ کی یہ بات کہاں تھی پہلے؟

اے عبیا ذہن ہے یہ سجدۂ رہِ الفت کی
بندگی قبلۂ حاجات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب نرائن داس طالب پانی پتی

عظمتِ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے؟
ایک چلو میں کرامات کہاں تھی پہلے؟

تو نے تو خود ہی مدعی کا یہ رچایا ہے طلسم
مختلف میری تری ذات کہاں تھی پہلے؟

نظر آتی ہے مجھے شکل اب اپنی اس میں
دل کے آئینہ میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

دے رہی ہے مری ہر سانس خبر منزل کی
اس ہوا میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟

آج کس کس کی نظر مائلِ دیدار نہیں
اتنی بے پردہ تری ذات کہاں تھی پہلے؟

اتفاقات نے دونوں کو ملایا باہم
آپ کی میری ملاقات کہاں تھی پہلے؟

عقلِ گمراہ کی طالب یہ فسوں کاری ہے
ورنہ دنیا یہ طلسمات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب منوہر لال طالب ہکوالی بی اے آنرز ایل ایل بی

دلبری قاضیٔ حاجات کہاں تھی پہلے؟
دلکشی سب سے بڑی بات کہاں تھی پہلے؟

اب محبت بھی تجارت ہے مروت بھی فریب
ایسی رسوائیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟

زندگی رسم و روایات سے باغی تھی بھلا
ہم میں رسم و روایات کہاں تھی پہلے؟

لاکھ پردوں میں ہی مستور شعور ہستی
زندگی وقفِ حجابات کہاں تھی پہلے؟

خیر و شر ایک ہی سانچے میں ڈھلے جاتے ہیں
کفر و ایماں کی مساوات کہاں تھی پہلے؟

نہ رفاقت نہ محبت نہ مروت نہ خلوص
ہائے یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

کیا لئے بیٹھے ہو طالب یہ ترا نئے قدیم
[illegible] یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

طالب دہلوی

اس قدر تلخیٔ حالات کہاں تھی پہلے ؟ زیست منجملہ آفات کہاں تھی پہلے ؟
یوں جیسے آج بڑی بات سمجھ کر چپ ہوں، میرے نزدیک بڑی بات کہاں تھی پہلے ؟
اللہ اللہ تری بیگانہ روی کے انداز یہ تواضع یہ مدارات کہاں تھی پہلے ؟
ہم سے رندوں نے یہ معراج اسے بخشی ہے ورنہ تکریم خرابات کہاں تھی پہلے ؟
شاعری روح کی آواز ہوا کرتی تھی شاعری حاصل نغمات کہاں تھی پہلے ؟
آنچ سے اس میں دہکتے ہوئے انگاروں کی دل میں یہ شدت جذبات کہاں تھی پہلے ؟
چین آتا نہیں اب خود کسی پہلو ان کو "جذب دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے ؟
اب مسرت میں بھی بھر آتی ہیں آنکھیں اکثر وقت بے وقت کی برسات کہاں تھی پہلے ؟
نوع آدم کی نگاہوں کے تغیر کے نثار دہر میں رسم مساوات کہاں تھی پہلے ؟
اب تو ہر وقت نگاہوں میں بسے رہتے ہیں ان سے اس درجہ ملاقات کہاں تھی پہلے ؟

آج کیوں رنج فراواں کی شکایت طالب
قلت کی، عیش کی بہتات کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب امر سنگھ عارج روپڑی بی اے ادیب فاضل

غم جاناں سے ملاقات کہاں تھی پہلے ؟ رات دن اشکوں کی برسات کہاں تھی پہلے ؟
جب تھے آپ تو یہ بات کہاں تھی پہلے ؟ نور برساتی ہوئی رات کہاں تھی پہلے ؟
تو مرے حسن نظر کا نہیں اب بھی قائل پر کشش اتنی تری ذات کہاں تھی پہلے ؟
آپ نے اپنا اسے درد دیا، غم بخشا حق ہے دل کی یہ اوقات کہاں تھی پہلے ؟
شاید اس میں بھی سیاست کا کوئی پہلو ہو اس قدر پرسش حالات کہاں تھی پہلے ؟
غم دوراں کے تعلق غم جاناں کے نثار زندگی وقف خرابات کہاں تھی پہلے ؟

زیست کے بیچ ہوائی کی قسم اے عارج
اس قدر بارش آفات کہاں تھی پہلے ؟

غزل

جناب عاقل مراد آبادی

ظلمتِ بخت میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
اتنی پُر ہول مری رات کہاں تھی پہلے؟

اب تو دیکھے بھی انھیں ایک زمانہ گزرا
اس طرح ترکِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟

ہم سے ہی رونقِ میخانہ ہے قائم ساقی
ہم نہ آئے تھے تو یہ بات کہاں تھی پہلے؟

دردِ دل، آہ و فغاں، رنج و الم، اشکِ ملال
میرے حصے میں یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟

میں تھا دیوانہ اگر پہلے تو طعنہ کیسا؟
مہرباں مجھ پہ تری ذات کہاں تھی پہلے؟

مطمئن روح تھی، کیا بات غمِ جاناں کی
غمِ دوراں سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب عزیز وارثی

بیخودی کاشفِ حالات کہاں تھی پہلے؟
مئے گلرنگ میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غور سے یوں جو مرا حالِ زبوں سن لیجے
آپ سے ایسی ملاقات کہاں تھی پہلے؟

تیری زلفوں کی گھنی چھاؤں کا عالم کیا خوب
یہ حسیں رات، یہ جواں رات کہاں تھی پہلے؟

آپ کے ذکر سے جو بات ہوئی ہے پیدا
میری روداد میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

مئے گلرنگ ہے، گلفام ہے، موسم ہے عزیز
اے مری تاروں بھری رات! کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب عنوان چشتی منگلوری - ایم اے

غم و آلام کی بہتات کہاں تھی پہلے؟
میری آنکھوں میں یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

ہے کوئی راز پسِ پردۂ الطاف ضرور
اُن کی یہ چشمِ عنایات کہاں تھی پہلے؟

کس کی آمد نے فضاؤں میں یہ مستی بھر دی؟
بھیگی بھیگی یہ حسیں رات کہاں تھی پہلے؟

ذات کو ذات بناتی ہے صفاتِ ذاتی
ذات خود مظہرِ الذات کہاں تھی پہلے

اُن کی زلفوں کی گھنی چھاؤں بھی راس آ نہ سکی
اِس قدر گردشِ حالات کہاں تھی پہلے؟

دل کا آنا بھی قیامت سے نہیں ہے کچھ کم
زندگی محشرِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

شوخیاں بڑھ گئیں کچھ اور شباب آتے ہی
اُن کی ہر بات میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

اب تو عنوان وہ مائل بہ کرم ہیں مجھ پر
زندگی پیار کی سوغات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب محمد ابراہیم غازی بیکانیری

بات میں بات ہو، یہ بات کہاں تھی پہلے؟
زندگی حرف و حکایات کہاں تھی پہلے؟

پھر تو عشق سے کیا حُسن نکھر آیا ہے
آئینہ دیکھئے، یہ بات کہاں تھی پہلے؟

بال بکھرے ہوئے آنکھوں سے جھڑی ساون کی
یہ گھٹا اور یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

بجلیاں کوند گئیں تیری نظر سے دل میں
ورنہ یہ گرمیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟

ڈر رہا ہوں ترے الطاف و کرم سے اے دوست
یہ عنایت، یہ مدارات کہاں تھی پہلے؟

چشمِ میگوں سے ہے بہکا ہوا سارا عالم
زندگی وقفِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

شعر کی داد ملا کرتی تھی پہلے غازی
بزم منت کشِ نغمات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب ہیرالال فلک

شکر ہے کہ چاند ستاروں کی طرف چل تو پڑا
عزمِ انساں میں نئی بات کہاں تھی پہلے؟

میرے اعمال نے تاریخ بدل دی ورنہ
اتنی بدنام مری ذات کہاں تھی پہلے؟

ذکرِ میخانہ چھڑا ہے تو یہی ہے کچھ بات
شیخ سے اپنی ملاقات کہاں تھی پہلے؟

روشنی آج نگاہوں میں ہے یہ تو مانا
دن کے پردے میں مگر رات کہاں تھی پہلے؟

ضبط ہو سکتے تھے آنسو بھی غمِ دل کی طرح
چشمِ انساں سے یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

اب نئے رُخ سے میں تاریخ میں آیا ہوں فلکؔ
زندگی سب روایات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب کرشن موہن - ایم اے

التفات اس کا میسّر مجھے ہوتا کیوں کر؟
"جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"

کیسے ممکن ہو وہ پہلا سا شعورِ تخلیق؟
یہ پریشانیٔ حالات کہاں تھی پہلے؟

عشق بدنام ہوا اہلِ خرد کے ہاتھوں
عاشقی نذرِ خرافات کہاں تھی پہلے؟

وہ چمکتا ہوا چہرہ، یہ اُمڈتے آنسو
دھوپ ہی دھوپ تھی برسات کہاں تھی پہلے؟

سحر آگیں ہے تری صحبتِ رنگیں کے طفیل
چاندنی رات میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

کرشن موہن ترے اشعار تو اب نکھرے ہیں
فکر و احساس میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب دھیرج پرشاد بھٹناگر گمؔ گشتہ

غمِ دوراں سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟
ایسی یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

تیرگیٔ شبِ ظلمات کہاں تھی پہلے؟
دن کے آغوش میں یہ رات کہاں تھی پہلے؟

ہم نے یہ شکل بنا دی ہے بلانوشی سے
زیست ہم رنگِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

اب وہ خود کھنچ کے مرے پاس چلے آتے ہیں
"جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"

ہر نظر میں نہ اس انداز کا تھا سحرِ جمال
ہر ادا رنگِ طلسمات کہاں تھی پہلے؟

آج کی رات دلہن آپ کے آنے سے بنی
دلربا اتنی کوئی رات کہاں تھی پہلے؟

خون ہونے سے سزاوارِ توجہ ہے دل
ورنہ مقبول یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟

چوٹ کھائی ہے کہیں ورنہ ترے گمؔ گشتہ
اس قدر شدتِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب لالہ دگمبر پرشاد جین گوہر دہلوی

سوزِ دل! تجھ سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟
یہ سلگتی ہوئی برسات کہاں تھی پہلے؟

تیرے احساس شبستاں نے جلائے ہیں چراغ
ورنہ پُرنور مری رات کہاں تھی پہلے؟

زلفِ برہم کی قسم شامِ غزالوں کی قسم
آج جو بات ہے وہ بات کہاں تھی پہلے؟

دیدۂ حسن کے ہمرنگ ہوئی ہے ورنہ
چشمِ نرگس کی یہ اوقات کہاں تھی پہلے؟

وعدے ہم سے بھی ہیں غیروں سے اشارے بھی ہیں
یہ اداؤں میں تری گھات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب کُن بیر کستور ماتھر دہلوی

یہ تواضع، یہ مدارات کہاں تھی پہلے؟
ڈھول ڈھپّا تھا فقط لات کہاں تھی پہلے؟

اچھی شادی ہوئی اک جان کو جنجال ہوا
زندگی نذرِ سوالات کہاں تھی پہلے؟

تجھے رونے کا سلیقہ بھی نہ آیا اب تک
اس قدر کثرتِ برسات کہاں تھی پہلے؟

عالمِ خواب میں بھی رہتا ہے سرلس کا خیال
زندگی نذرِ خرافات کہاں تھی پہلے؟

اُن سے جب ذکر کیا پچھلی ملاقاتوں کا
بولے "کیا خوب ملاقات کہاں تھی پہلے؟"

پٹتے ہیں ہر بار محبت والے
عشق میں ایسی مدارات کہاں تھی پہلے؟

ہر گلے باز ہے اقبال سے بڑھ کر ماتھر
شاعری میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب مشیر جھنجھانوی

میری گستاخ نگاہی کا اثر ہے، ورنہ
حسنِ معصوم میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

اب تو آدابِ مے و جام بھی ہم بھول گئے
یہ [illegible] کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب اُدے سنگھ مصوّر

اُس کی ہر بات میں گھات کہاں تھی پہلے؟
اُس کی ہر گھات میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

اب تو وہ مجھ سے تغافل کا گلہ کرتے ہیں
"جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"

زندگی اب سرِ بازار ہر سمت بسر ہے
اتنی تبدیلیٔ حالات کہاں تھی پہلے؟

یہ نگاہیں، یہ تبسم، یہ توجہ، یہ تپاک
ایسی پُر کیف ملاقات کہاں تھی پہلے؟

مائلِ لطف و کرم کیوں وہ نظر آتے ہیں؟
یوں مری پرسشِ حالات کہاں تھی پہلے؟

جان لے لی ہے جو اُس نے تو یہ رونا کیسا؟
زندگی یوں بھی مرے ہاتھ کہاں تھی پہلے؟

حق تو یہ ہے کہ مرے دم سے ہے شہرت تیری
ورنہ دنیا میں تری ذات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب اندر جیت چاولہ مغموم

آپ کے حسنِ نوازش کا کرم ہے ورنہ
دل میں یہ درد کی سوغات کہاں تھی پہلے؟

آج ہر لے پہ تڑپ اٹھتا ہوں جھوم اٹھتا ہوں
اُف یہ سرمستیٔ نغمات کہاں تھی پہلے؟

جو مٹا دیتی ہے تفریقِ ایاز و محمود
"جذبِ دل میں وہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"

ترکِ مے کرتے ہی گھر آئے ہیں بادل واعظ
یہ ہوا اور یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

تیری رحمت نے گناہوں پہ کیا ہے مائل
یوں خطاکار مری ذات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب رادھا کرشن گوپال مغموم بی۔ اے۔

اشک خونیں کی یہ برسات کہاں تھی پہلے؟
ہجر کی رات میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

مے کی تقسیم جو پیمانۂ حبابِ رنداں
شستِ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

کس قدر فرقِ مراتب کی نمائش ہے آج
یہ دکھاوے کی مساوات کہاں تھی پہلے؟

قول سے فعل بہت دور نظر آتا ہے
یہ سیاست کی کرامات کہاں تھی پہلے؟

ضابطہ کوئی نہیں، کوئی بھی دستور نہیں
اتنی توہینِ روایات کہاں تھی پہلے؟

عشق ہر حال میں راضی بہ رضا رہتا ہے
حُسن سے رسمِ شکایات کہاں تھی پہلے؟

اب یہ عالم ہے کہ اک جان ہے دو قالب ہیں
اتنی پُر کیف مری رات کہاں تھی پہلے؟

اب تو ہر سانس میں زیر و بمِ سازِ غم ہے
ہائے یہ بارشِ نغمات کہاں تھی پہلے؟

اب جو ہے حسن و محبت میں سلوکِ باہم
یہ ہم آہنگیٔ جذبات کہاں تھی پہلے؟

شرفِ صنفِ غزل ہی کو ملا ہے مغموم
استعارے میں ہر اک بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب شنکر سروپ بھٹناگر مفتوںؔ شکوہ آبادی

دل اُڑا لینے کی یہ گھات کہاں تھی پہلے؟
تازہ والوں میں کرامات کہاں تھی پہلے؟

ملتفت اور ہوا اور ہوا اور ہوا
حُسنِ مغرور میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

تسلسل ہے زمانے کا یوں ہی رہتا ہے
دن اگر پہلے سے رات کہاں تھی پہلے؟

حسن نے آپ کو الفت نے اُبھارا مجھ کو
ورنہ دونوں میں ملاقات کہاں تھی پہلے؟

اب سہارا مجھے دینے کی پڑی فکر ہوئی
دانشِ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے؟

وہ مجھے اور بھی مجبور نظر آتے ہیں
آہ! یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے

عشق کے بعد ہی مفتوںؔ یہ زمانہ بدلا
غم پہ میری بسر اوقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب منشی بشیشور پرشاد صاحب منور لکھنوی

دوغزلہ

دل کی یوں دل سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟ آپ کی بات مری بات کہاں تھی پہلے؟
مجھ کو ذوق پرستش نے یہ بخشا ہے عروج عرض دل حرف مناجات کہاں تھی پہلے؟
حسن خود بیں کا بھی رخ اپنی طرف موڑ لیا چشم و دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟
دن سا دن بیشتر اس سے تھا کمان میں مرا رات سی رات مری رات کہاں تھی پہلے؟
تم نے تقدیر کی شہ دے کے مجھے جیت لیا میری بازی بخدا مات کہاں تھی پہلے؟
اب بتاتے ہو مرے دل کو مرقع اپنا تم کو مرغوب یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟
اب تو افسانۂ جاوید بنی جاتی ہے بات سی بات مری بات کہاں تھی پہلے؟
اب تو ہر وقت ہے اک حشر کا عالم برپا دل میں یہ شورش جذبات کہاں تھی پہلے؟
یہ نمود الکا دش پیہم سے ہوئی ہے حاصل غم پہ اپنی بسر اوقات کہاں تھی پہلے؟
اب تو ہر زندۂ درح نوش ہے مسجود انام اتنی تکریم خرابات کہاں تھی پہلے؟
آنکھ نیچی کبھی کہیں ہوتی تو کیوں کر ہوتی؟ کم کسی سے مری اوقات کہاں تھی پہلے؟
اب جسے دیکھئے وہ خود کو بھلا بیٹھا ہے اتنی بیگانگئ ذات کہاں تھی پہلے؟
کیا عجب ہے منور جو لہو روتا ہے
اتنی پامالئ جذبات کہاں تھی پہلے؟

(۲)

دل شکن سیر خرابات کہاں تھی پہلے؟ اب جو ہے تلخئ حالات کہاں تھی پہلے؟
اُف یہ اس دور کی بھیگی ہوئی فکر و نگاہ اتنی الجھی ہوئی سیریات کہاں تھی پہلے؟
آج ہر شخص کو پاتا ہوں بھکاری اپنا خوبئ قوس قزح کی یہ حیات کہاں تھی پہلے؟

چاند کیا اب تو ہی سورج سے بھی آگے گزرتا — ایسی پروازِ خیالات کہاں تھی پہلے؟
حکمِ حاکم پہ سرِ انساں کا جھکا جاتا ہے — زندگی مرگِ مفاجات کہاں تھی پہلے؟
اب کہیں چاند ستارے نظر آتے ہی نہیں — تیرہ اس درجہ کوئی رات کہاں تھی پہلے؟

لوگ سنتے بھی مرا ذکر بشعور کیسے؟
لبِ وداں پہ مری بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب ڈاکٹر مدن موہن لال موہن سکندرآبادی

جو ادھر سے وہ ادھر بات کہاں تھی پہلے؟ — دولتِ غم کی مساوات کہاں تھی پہلے؟
کھینچ لاتے کی انھیں بات کہاں تھی پہلے، — "جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"
اب انھیں اور کوئی تازہ ستم یاد آیا — ورنہ یہ پرسشِ حالات کہاں تھی پہلے؟
اُس نے اب اپنی عنایت سے شرف بخشا ہے — مجھ کو توفیقِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟
بادۂ شوقِ تمنا سے کیا ہوں سرشار — یہ نظر پیرِ خرابات، کہاں تھی پہلے؟
اب یہ سمجھا کہ تری چیز ہے ذوقِ غم بھی — عشق تھا عشق میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
میرے ہنسنے پہ زمانہ کو ہنسی آتی ہے — یہ جو اب بات ہے یہ بات کہاں تھی پہلے؟

تم نے موہن کو سکھائے یہ جنوں کے آداب
اس میں پابندیِ اوقات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب رامیش چندر میکش

ان سے رہتی کبھی ملاقات کہاں تھی پہلے؟ — دل تڑپنے کی کوئی بات کہاں تھی پہلے؟
[illegible] یہ البتہ مری ذات کہاں تھی پہلے؟ — منتشر میرے خیالات کہاں تھی پہلے؟
تیری زلفوں سے مرا دل تو کہیں جا اٹکا — [illegible] کثرتِ ظلمات کہاں تھی پہلے؟

تُو نے دیوانہ بنا کر مجھے عزت بخشی
اتنی دلچسپ مری ذات کہاں تھی پہلے؟

اب تو رونے کے سوا اور کوئی کام نہیں
میری قسمت میں یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

یہ تری صحبتِ رنگیں کا اثر ہے، ورنہ
کیف آور مری ہر بات کہاں تھی پہلے؟

جور و سفاکی و بے رحمی و بیباک دلی
تجھ سے منسوب ہر اک بات کہاں تھی پہلے؟

جب شباب آیا تو لاکھوں یہ بلائیں ٹوٹیں
زندگی پیکرِ آفات کہاں تھی پہلے؟

غیر تو غیر ہیں اپنے بھی خفا ہیں ہمکیش
یہ بھلا صورتِ حالات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب شیر سنگھ جین نازؔ دہلوی

آپ ہی سوچئے یہ بات کہاں تھی پہلے؟
آنکھ لڑتی تھی ملاقات کہاں تھی پہلے؟

میرے بہتے ہوئے اشکوں نے قیامت ڈھا دی
یہ سلگتی ہوئی برسات کہاں تھی پہلے؟

جانے کیا دیر و حرم والوں نے سمجھا تجھ کو
نام تھا تیرا تری ذات کہاں تھی پہلے؟

تم بھی ہو، جام بھی ہے، بادۂ گلرنگ بھی ہے
میری تقدیر میں یہ رات کہاں تھی پہلے؟

اب تو انداز ہی کچھ اور نظر آتے ہیں
نگہِ ناز میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

آپ کے دل میں بھی اک آگ سی بھڑکا دی ہے
آہ میں اتنی کرامات کہاں تھی پہلے؟

جو بھی سنتا ہے، وہ اے نازؔ پھڑک اٹھتا ہے
تیرے اشعار میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب کیلاش چند نازؔ ایم اے

آپ کے جور میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
درد سے دل کی ملاقات کہاں تھی پہلے؟

حسن کو عشق نے بخشا ہے یہ ناز و انداز
حسن میں ایسی کوئی بات کہاں تھی پہلے؟

حال سُنتے ہی مرا اب وہ تڑپ اُٹھتے ہیں — "جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟"
خالقِ شیخ و برہمن ہیں زمانے والے — ورنہ انساں کی کوئی ذات کہاں تھی پہلے؟
آج کیا ہے جو کہ رحمت کی نظر ہے مجھ پر — تیرے کردار میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
میری آنکھوں نے عطا کی ہے مجھے رعنائی — پیکرِ حسن تری ذات کہاں تھی پہلے!

ناز یہ فیضِ محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
شعلہ افشانیٔ نغمات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب مہیش چندر نقش

نور و نکہت کی یہ برسات کہاں تھی پہلے؟ — زندگی اتنی حسیں رات کہاں تھی پہلے؟
اب تو پلکوں پہ ستارے سے لرز اٹھتے ہیں — غمِ محبوب میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
تیری یادوں سے فروزاں ہیں فضائیں جن کی — ایسی راتوں سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟
اُن کی بدمست نگاہوں کا اثر ہے اے دل — زندگی بزمِ خرابات کہاں تھی پہلے!
کیف یہ اور محبت نے کیا ہے پیدا — یہ دلِ آویزیٔ نغمات کہاں تھی پہلے؟
آج یوں دل کے تڑپنے کا بھرم ٹوٹ گیا — حسرتِ لطف و عنایات کہاں تھی پہلے؟

نقش اُن مست نگاہوں کا کرم ہے ورنہ
دل میں یہ شورشِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب ترنگ سرحدی

اب تصور بھی ترا دل میں نہیں لا سکتے — ہم سے پوشیدہ تری ذات کہاں تھی پہلے؟
ایک زمانہ تھا کہ جب طائرِ آزاد تھا میں — مجھ کو پابندیٔ اوقات کہاں تھی پہلے؟
عہدِ پیری کا ہے احسان جنابِ ترنگ — زندگی وقفِ عبادات کہاں تھی پہلے!

غزل

جناب دھرم سروپ صاحب

بیخودی میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے؟
اُن سے ہر وقت ملاقات کہاں تھی پہلے؟

ظلمتیں تیرے تصوّر سے چمک اٹھتی ہیں
چاندنی رات، مری رات کہاں تھی پہلے؟

دل پہ چھائی ہیں ترے غم کی گھٹائیں ورنہ
میری آنکھوں سے یہ برسات کہاں تھی پہلے؟

ہے فراق اُن کا فراق اب نہ وصال اُن کا وصال
اے محبت، یہ نئی بات کہاں تھی پہلے؟

اے غمِ عشق یہ احسان ہے تیرا ورنہ
زندگی وقفِ مناجات کہاں تھی پہلے؟

نیا دور

جناب ماسٹر زاہر حیدری دہلوی

تفرقہ ساز ہر اک بات کہاں تھی پہلے؟
رات دن خون کی برسات کہاں تھی پہلے؟

دشمنِ امن و اماں کشمکشِ وحشت و شوق
عالمِ فکر و خیالات کہاں تھی پہلے؟

صبحِ جنّت تھی ہر اک صبحِ بہارِ گلشن
وجہِ غم، شامِ ملاقات کہاں تھی پہلے؟

بہرِ آسودگیِ خواب تھی ہر موجِ صبا
یوں خلش زا ہر اک رات کہاں تھی پہلے؟

عصمتِ حُسن کے سودے سرِ بازار نہ تھے
گھر شریفوں کا حوالات کہاں تھی پہلے؟

کس زمانے میں جرائم کو ہوا تھا یہ فروغ
دلِ تمدّن کو کبھی مات کہاں تھی پہلے؟

آج کا دور کبھی وہم و گماں میں بھی نہ تھا
شورشِ وحشتِ جذبات کہاں تھی پہلے؟

قتل و غارت کے یہ دلدوز حوادث تھے کدھر
بربریت کی یہ بہتات کہاں تھی پہلے؟

گھر کے گھر جیتے زمانے میں نہ اجڑتے تھے کبھی
ایسی سفّاکی و آفات کہاں تھی پہلے؟

بے گناہوں کا شب و روز لہو پی پی کر
سُرخرُو مرگِ مفاجات کہاں تھی پہلے؟

دن دہاڑے سرِ بازار اعزا کے لئے
خونِ احباب کی سوغات کہاں آئی پہلے؟

نہ تنفّر، نہ تکدّر، نہ تعصّب کی لگن — شامل فطرت و عادات کہاں تھی پہلے
داد و فریاد کے در کون سے دن بند رہے؟ — عدل میں بوئے موالات کہاں تھی پہلے؟
حیف بے مہری یاران وطن صبح و مسا — باعث فخر و مباہات کہاں تھی پہلے؟
شیر و بکری کا بہر طور برابر حق تھا — یا بہ افتادِ مساوات کہاں تھی پہلے؟
فرقے فرقے کہ فرائض کی ادا کاری میں — کوئی دشوار طلب بات کہاں تھی پہلے؟
گونجتی رہتی تھی گھڑیال کی مندر میں صدا — اور اذاں وجہ فسادات کہاں تھی پہلے؟
نذرِ آتش تو نہ ہوتے تھے عبادت خانے — قتل گہہ، بجائے مناجات کہاں تھی پہلے؟
آج اس باب میں خاموش ہے تاریخ وطن — کارفرما یہ خرافات کہاں تھی پہلے؟
گوتم و نانک و گاندھی کے تحمل کی قسم — موجزن روح فسادات کہاں تھی پہلے؟
محفلِ شعر تھی گہوارۂ تہذیب وطن — دلکش شورش نغمات کہاں تھی پہلے؟
میر و غالب کو بھی بخت سکندر نہ ملے — یہ ترنّم کی کرامات کہاں تھی پہلے؟
داد تھی آئینہ بردار سخن سنجی کی — یہ جہالت بکمالات کہاں تھی پہلے؟
صرف آزاد نمازی و پجاری ہی نہ تھے — بندشِ رندِ خرابات کہاں تھی پہلے؟
زاہد اسلاف کے پیرو ادب ناز غزل میں — مکر در پردہ مدارات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب تارا چند باغی ادیب فاضل

درج ذیل غزل بروقت موصول ہوئی تھی لیکن سہو ہو جانے کے باعث اب خلاف ترتیب شائع کی جا رہی ہے۔ مذکورہ سہو کے لئے ہم جناب تارا چند باغی سے معذرت خواہ ہیں۔ (ملک لال سکسینہ)

اب تو مجبوری الفت کی لگی ہے سینے میں — ورنہ آزاد ہر طرز زباں تھی پہلے؟
آپ کے عشق سے ہم نام و نشاں والے ہوئے — ورنہ ذات اپنی بے نام و نشاں تھی پہلے؟

ڈھل گئی عمر، طبیعت بھی ہے مرجھائی ہوئی
جب جواں تھے تو طبیعت بھی جواں تھی پہلے

کوچۂ یار میں آئے تو تمنا نہ رہی
خواہشِ سیرِ گلستانِ جہاں تھی پہلے

دو جہانوں کا ہوں راندہ ہوا آگئی میری
نہ یہاں اب ہے فرصت، نہ وہاں تھی پہلے

غزل

حضرت علّامہ انور صابری

یہ غزل اس وقت موصول ہوئی جب پہلے ۸۰ صفحات کی طباعت ہو چکی تھی اور کاتب صاحب از صفحہ ۸۱ تا ۸۸ کی کتابت میں مشغول تھے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ غزل کو ہم خلافِ ترتیب شائع کرنے پر مجبور رہیں۔
ہم حضرت علّامہ انور صابری کے دل سے ممنون و شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری درخواست پر یہ چند شعر مرحمت فرمائے اور دیر آید درست آید کے مقولے کو صحیح ثابت کر دکھایا۔

(ادیب لال سکینہ)

روح بیگانۂ فریاد و فغاں تھی پہلے
اب جو بیتابیٔ دل ہے وہ کہاں تھی پہلے؟

اشکِ خوں رنگ سے واقف ہوئی تھیں آنکھیں
نہ جگر میں خلشِ سوزِ نہاں تھی پہلے

غم کی راہوں سے شناسا نہ ہوئی تھی فطرت
منزلِ عیش میں عمر گذراں تھی پہلے

زندگی زخمِ محبت سے خبردار نہ تھی
نہ تلاشِ کرمِ چارہ گراں تھی پہلے

نہ چمن زار کی حسرت تھی نہ پھولوں کی طلب
ہر تمنا ہمہ تن فکرِ جواں تھی پہلے

سونی سونی سی حسینوں کی تھی نگہِ ناز
بے زباں انجمنِ لالہ رخاں تھی پہلے

کوئی آسودگیٔ شوقِ تمنا ہی نہ تھی
عام اک کشمکشِ سود و زیاں تھی پہلے

غیر طرحی کلام

ارشاداتِ گرامی

جناب شیام موہن لال جگر بریلوی نے اس مرتبہ یومِ برق کے مشاعرے کی صدارت فرماتے ہوئے مندرجہ ذیل غزل اور رباعیات سے سامعین کو نوازا۔ یہی کلام شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس کے مطالعے سے مستفید ہوں گے۔ (مدن لال سکیتر)

معراجِ غزل

تنگ آ کے ہم نے پردۂ غیرت ہٹا دیا
چیرا دل اور داغِ محبت دکھا دیا

رکھا خدا نے ہم کو محبت میں سربلند
کیا دین تھی کہ اک دلِ بے مدعا دیا

خاطر میں کچھ نمودِ مسرت اگر ہوئی
آنکھیں بھر آئیں دل نے پھیکا مسکرا دیا

اندازہ کر سکے دل نے کسی کے مزاج کا
ہر آرزو کو زہر پلا کر سلا دیا

آتے ہوئے جو دیکھی فلک کی کوئی بلا
یاد اُن کو کر کے ہم نے وہیں سر جھکا دیا

غم کا بھی لطف ہم نے نہ لینے دیا کہ آہ
لے کر خوشی کا نام کلیجا ہلا دیا

کیا کیا دیے ہیں دل کو تصور نے رنگ رنگ
گلشن بنا دیا کبھی صحرا بنا دیا

ہم نے سمجھ کے مسئلۂ زندگی کا راز
مدت ہوئی چراغِ تمنا بجھا دیا

تھا نو جمالِ عشق و شریعت کا اتصال
ہم نے مگر محال کو ممکن بنا دیا

پھر کس نے عشق کو صبر و سکوت سے
آبِ بقا میں زہرِ ہلاہل ملا دیا

کچھ تو ہمیں نے سمجھا نہ دستورِ عشق کو
کچھ آزمائشوں نے کلیجا بڑھا دیا

دل میں لگائی آتشِ محبت اس طرح جگر
[illegible] دکھا دیا

رباعیات

از نتیجۂ فکر جناب شیام موہن لال جگر۔ بی۔ اے

کوئی عالم نہ کوئی فرزانہ ہوں
اک رنگ کے دل میں جس پہ دیوانہ ہوں
حاصل ہے لقاءِ ذوقِ کیفیتِ ذات
خود ہی مے کش ہوں خود ہی میخانہ ہوں

ایضاً

جب درد سے جی نڈھال ہو جاتا ہے
جب حد سے سوا ملال ہو جاتا ہے
محویتِ غم سے دل کی گہرائی میں
محسوس ترا وصال ہو جاتا ہے

ایضاً

بچپن میں تو عقل ہی نہیں آتی ہے
آتی ہے جوانی تو ستم ڈھاتی ہے
کھلتی تو ہیں پیری میں کچھ آنکھیں لیکن
جینا آتے ہی موت آجاتی ہے

ایضاً

شاعر سے بڑی زمیں پہ ہستی ہی نہیں
اس کی سی کہیں نشاط و مستی ہی نہیں
شاعر ہو کر غرض کسی سے رکھنا
ذلت نہیں اس سے بڑھ کے پستی ہی نہیں

ایضاً

شاعر ہونا حضور آسان نہیں
جز گریۂ شوق اس کا ارمان نہیں
کرتا ہے لہو سے اپنے فن کو سیراب
اک دردِ مجسم ہے وہ انسان نہیں

ایضاً

بیزار کبھی تو زندگی سے ہوں میں
سرشار بہت کبھی خوشی سے ہوں میں
ہستی و عدم کا درمیانی پیوند
پژمردگی و شگفتگی سے ہو لیا

ایضاً

گلزار میں حسن کا رنگ رعنائی ہے
خورشید و قمر میں حسن کی ضو آئی ہے
پرکو ہوں اس کا میں بھی میری غایت
خود آرائی ہے، جلوہ آرائی ہے

ایضاً

آتی ہے حیات اور گزر جاتی ہے
وہ زیست ہے جو کسی کے کام آتی ہے
جینا ہے تو ہم شمع سے جینا سیکھیں
جل جل کر آپ نور برساتی ہے

ایضاً

شامل ہوں مشاعروں میں عادت بھی نہیں
اس قابل اب میری صحت بھی نہیں
لیکن جہاں معذرت کی جرأت ہو جگر
غالب صاحب کی وہ عدالت بھی نہیں

ایضاً

یارب جو مٹوں تو پھر ابھرنے کے لئے
پھر عہد وفا کو تازہ کرنے کے لئے
اس عمر میں عشق سے طبیعت نہ بھری
مر جاؤں تو پھر جنم ہو مرنے کے لئے

ایضاً

کلیاں دل زار کی کھلا دیں ہم نے
تلخی میں حلاوتیں ملا دیں ہم نے
اک زہر کا گھونٹ زندگی تھی لیکن
امرت کی پیالیاں پلا دیں ہم نے

ایضاً

رندوں کو ہنسائے تو جوانی تو ہے
دشمن بھی ہو دوست مہربانی وہ ہے
اپنے سب زخم سہتے ہیں پیا ملنے
کام آئے کسی کے زندگانی وہ ہے

ایضاً

علم و فن پہ شعور پیدا تو کرو
معیار کا کچھ شعور پیدا تو کرو
اے رنگ و فن پہ مٹنے والو
اپنی آنکھوں میں نور پیدا تو کرو

نمبر۱- مراد غالب دہلوی سے ہے

اعجاز غزل

ڈاکٹر منور سہیل آور ایم اے، ایم ایڈ، ادیب - ایچ ڈی، ڈی لٹ نے
"یوم برق" پر اپنی ہفت غزلہ غزل میں سے چند شعر سنا کر سامعین کو بیحد
محظوظ و مستفید فرمایا تھا - مذکورہ غزل کی ۵ قسطیں اب تک ماہنامہ
"بیسویں صدی" میں شائع ہو چکی ہیں - مزید قسطوں کا انتظار
ممکن نہیں اس لئے بادل نخواستہ انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے
یہ غزلیں تمام و کمال مختلف قوافی کے تحت شائع کی جا رہی
ہیں امید ہے کہ آپ اس جدت کو پسند فرمائیں گے (مدن لال سکینہ)

بقافیہ دوستی

ادا حق کر دیا ہے دشمنی کا
ہمارے دوستوں نے دوستی میں

مبارک ہو مرے سب دوستوں کو
مری بے احتیاطی دوستی میں

خدا رکھے سلامت دوستوں کو
سلامت رہ سکے ہم دوستی میں

رہی کچھ خیر ہی کو دوستوں سے
بہت کی خیر خواہی دوستی میں

نہیں ہوتا کوئی نقصان دو بار
یہی اک فائدہ ہے دوستی میں

بقافیہ خوشی

ترا غم بس گیا ہے زندگی میں
کہیں مر ہی نہ جاؤں اس خوشی میں

الٰہی ایسی گزرتی زندگی میں
کوئی دن تو گزر جائے خوشی میں

کرو غم کی فراوانی کہ مجھ کو
کمی محسوس ہوتی ہے خوشی میں

نہیں کرتی نہ ہو جس سے تجاوز
کرے جو تنگ دامانی خوشی میں

بڑھانی چاہئے اُن سے ملاقات — غمِ جاناں نکھرتا ہے خوشی میں
رہے کتنا ہی خوش انسان کبھی بھی — کمی محسوس ہوتی ہے خوشی میں

نوید وصل ہے اے تیر خواہو
ہمارا دھیان رکھنا اس خوشی میں

بقافیہ روشنی

تم ایسے ہو کہ دیکھا جائے تم کو — اِدھر عالم سے اُدھر کی روشنی میں
وہ آنکھوں سے نظر آتی نہیں ہے — نظر آتے ہو تم جس روشنی میں
جلی ظلمت کدوں میں جب کہیں شمع — تو ظلمت اور پھیلی روشنی میں
نظارے دیدنی ہیں چشمِ تر کے — جھلکتا اکثر ٹوٹنے کی روشنی میں

یہ کیا اندھیر ہے اے عمرِ تنہا
اندھیرا اور اتنی روشنی میں؟

بقافیہ آگہی

رہِ ناآگہی پر گامزن ہوں — جلائے چراغِ آگہی میں

بقافیہ زندگی

الٰہی خیر! پھر اک عمر کے بعد — مزہ آنے لگا ہے زندگی میں
کسی نے ایک جھلک ایسی دکھا دی — جھلک اٹھیں شعاعیں زندگی میں
پڑا جنہیں موڑنا خود زندگی کو — کچھ ایسے موڑ آئے زندگی میں
کھلے ہیں گُل غمِ رنج و الم کے — "بہار" آئی ہوئی ہے زندگی میں

ملا لی آنکھ تو دل بھی ملا کر
ملا دو زندگی کو زندگی میں

بقافیہ خامشی

بلند آہنگ ہے فریاد دل کی — فغاں بے صدائے خامشی میں
نوائے لامکانی سن رہا ہوں — ترے خلوت کدے کی خامشی میں
ترے لب کر رہے ہیں گل فشانی — ہے انداز تکلم خامشی میں
وہ آنکھوں سے سنے تو سن سکے گا
فغاں کا شور میری خامشی میں

بقافیہ 'چاندنی'

ترے پُر نور چہرے کی چمک سے — چمک ہے دھوپ کی سی چاندنی میں
کیا ہے کیا نہ آنے کا بہانہ — "تمازت" اور وہ بھی "چاندنی" میں
کھلی ہے چاند کی تقدیر گویا — وہ بیٹھے ہیں کھلے منہ چاندنی میں
ترے آگے طبیعت کیوں نہ مچلے؟
اُمڈتا ہے سمندر چاندنی میں

بقافیہ 'تہی'

دو عالم ساتھ لے کر بیخودی میں — رہا ہوں غرق اک جامِ تہی میں
دیا ہے آج تک دنیا نے جو کچھ — لئے ہوں اپنے دامانِ تہی میں
ہماری بادہ نوشی کی صفت کیا — کہ خوشبو بھی نہیں جامِ تہی میں
غنی رکھا دلِ بے مدعا نے
ہمیں دولت ملی گنجِ تہی میں

بقافیہ وابستگی

گزر ہوتا نہیں وقتِ رواں کا
ہمارے عالمِ وابستگی میں

بقافیہ "ہی"

نہ ڈھونڈھیں آپ میرے عیب الغرض
ہزاروں خوبیاں ہیں آپ ہی ہیں

بقافیہ "کسی"

زہے نیرنگیٔ حسنِ فسوں کار | نظر کیا کیا نہیں آتا کسی میں
کوئی دل دردسے خالی نہیں ہے | کسی میں پھانس ہے کانٹا کسی میں

بقافیہ "بیخودی"

مجھے سب کچھ نظر آیا تجھی میں | ہوئیں جب بند آنکھیں بیخودی میں
خود اپنا نام لے کر کسی کو | پکارے جا رہا ہوں بیخودی میں
نہ دو اتنا بڑا لبا لب بھرا جام | نہ گر جاؤں کہیں پر بیخودی میں
جہاں ملتی نہ تھی اک بوند مجھ کو | وہیں پایا گیا ہوں بیخودی میں

خودی کا مسئلہ حل کر گئی ہے
خودی تحلیل ہوکر بیخودی میں

بقافیہ "آدمی"

نہیں وہ آدمی انسان الغرض
نہ ہو انسانیت جس آدمی میں

بقافیہ "مفلسی"

ہوئی اک پرچھائیں عد النہ ول کی
گئے ہم ہوئی مفلسی میں

بقافیہ "دائمی"

کیا ہے عشق نے کیا تنگ ہائے اضطراب دائمی میں

بقافیہ 'کمی'

ہمارا طالبِ طوفاں سفینہ
نہیں چلتا تلاطم کی کمی میں
اُدھر بھی کم نہیں ہے بے قدری
کمی ہے خودنمائی کی کمی میں
شرابِ تند تھوڑی بھی بہت ہے
اگر مستی نہ ہو جائے کمی میں

بقافیہ 'آسودگی'

ترے ترکِ ستم نے مار ڈالا
بڑی تکلیف ہے آسودگی میں

بقافیہ 'صدی'

بشر ہیں کیسی صدی کے آپ انور
شرافت خودکشی ہے اس صدی میں

بقافیہ 'عاشقی'

مجھے خود آپ سے چھپنا پڑیگا
وہ نوبت آ چلی ہے عاشقی میں
نہ ہوتی زندگانی تلخ انور
اگر جینا نہ پڑتا عاشقی میں

بقافیہ 'لگی'

اڑا کر ذکرِ سوزِ غم ہنسی میں
لگا دی اور بھی تو نے لگی میں

بقافیہ 'ہنسی'

ہنسی کی بات پہ ہنس کر نہ شرما
ہنسی کس کو نہیں آتی ہنسی میں
ہنسایا جب مجھے اشرف نے تو انور
مرے آنسو نکل آئے ہنسی میں

حُسنِ تغزّل

سحابِ سخن حضرت مولانا اثر اعسیٰ گنوری نے درج ذیل غزلوں سے "یوم برق" میں ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ بھی محظوظ ہوں اور ہماری کاوش کی داد دیں (مدن لال سکینہ)

ہم انھیں جلوہ گر دیکھتے رہ گئے
دیکھتے کیا؟ مگر دیکھتے رہ گئے

موت بیمار کو آ کے لے بھی گئی
اور سب چارہ گر دیکھتے رہ گئے

تم نے دیکھا بچشمِ کرم ہر طرف
ہم تمہاری نظر دیکھتے رہ گئے

روند ڈالا ہمیں انقلابات نے
تم نہ جانے کدھر دیکھتے رہ گئے

رات گزری تو پھر ایک رات آ گئی
لوگ خوابِ سحر دیکھتے رہ گئے

توڑ ڈالا قفس جن میں تھا حوصلہ
اک ہمیں بال و پر دیکھتے رہ گئے

دیکھتے دیکھتے لٹ گیا کارواں
کم نظر راہبر دیکھتے رہ گئے

یہ تمہارے بکھیرے ہوئے پھول ہیں
ہم تو داغِ جگر دیکھتے رہ گئے

جا کے دیکھو نہ اب حالِ بیمارِ غم
کیا نتیجہ؟ اگر دیکھتے رہ گئے

ہم کو حسرت نے سجدے کی مہلت نہ دی
رفعتِ سنگِ در دیکھتے رہ گئے

اثر اپنی منزل پہ آ بھی گیا
لوگ عیب و ہنر دیکھتے رہ گئے

غم کو اے دل ثبات کچھ بھی نہ تھی
رہ گیا مٹ کے بات کچھ بھی نہ تھی

آتے ہی دل، حیات کچھ بھی نہ تھی
بات پوچھو تو بات کچھ بھی نہ تھی

اک ترا لطف اک ترا تبسم
میری موت و حیات کچھ بھی نہ تھی

صرف حسنِ خیال تھا میرا — نگہہ التفات کچھ بھی نہ تھی
ہو گئی ختم داستانِ حیات — نالہ کرتے ہی رات کچھ بھی نہ تھی
لاکھ بگڑی سہی مری تقدیر — تم بناتے تو بات کچھ بھی نہ تھی
پھیر لیتی اگر طبیعت منہ — ہستیٔ کائنات کچھ بھی نہ تھی
قصۂ غم کیا تمہیں نے طویل — نہ بڑھاتے تو بات کچھ بھی نہ تھی
یا مجھے پیار کر لی ہے رحمت — یا اُمید نجات کچھ بھی نہ تھی

دِل کی بازی میں آبرو جان گئی
مات کھاتے تو بات کچھ بھی نہ تھی

خدنگِ ناز

"یادگار سائل" جناب شیر سنگھ جین ناز دہلوی نے اپنے کلام سے مشاعرہ لوٹ لیا۔ سامعین بیحد محظوظ ہوئے۔ ذیل میں آپ کی چند غزلیں درج کی جاتی ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ لطف اندوز ہوں گے

(مدن لال سکینہ)

بقید یک قافیہ

نہ کچھ کہنا نہ سننا برسرِ پیکار ہو جانا
قیامت ہے نگاہوں کا تری تلوار ہو جانا

کلیجے کٹ گئے سب دیکھنے والوں کے سینوں میں
کسے معلوم تھا انگڑائی کا تلوار ہو جانا؟

تری ترچھی نظر نے یہ ہنر بھی خوب سیکھا ہے
کھنچے تو تیر ہو جانا، چلے تلوار ہو جانا

فریبِ حسن کا ادنیٰ سا اک یہ بھی کرشمہ ہے
نظر انداز ہو کر تیر کا تلوار ہو جانا

تری نیچی نظر بھی کیا نظر ہے اک قیامت ہے
کبھی ناوک، کبھی خنجر، کبھی تلوار ہو جانا

نرالا ہی طریقہ ہے ہمارے قتل کرنے کا
کنکھیوں سے کسی کا دیکھنا تلوار ہو جانا

کسی کی بے رخی بھی کیا قیامت خیز ہے اے نازؔ
پلٹتے ہی نگاہِ ناز کا تلوار ہو جانا

(۲)

ضیائے لال جہاں ہو وہاں چراغ جلے
جو دل میں تم ہو تو کیوں پھر یہ دل کا داغ جلے

چراغِ خانۂ دل بن کے دل کا داغ جلے
اگر یقین ہو کہ آئیں گے وہ چراغ جلے

چھٹ پٹے کا سماں ہے نظر نہ لگ جائے
نکل کے گھر سے نہ جایا کرو چراغ جلے

یہ اپنا اپنا مقدر یہ اپنا اپنا نصیب
کہیں چراغ بجھے اور کہیں چراغ جلے

نقابِ رخ سے الٹ دو جو بام پر جا کر
برنگِ شعلۂ سوزاں قمر کا داغ جلے

تمہارے چہرۂ پر نور کی ضیا جو پڑی
بجھے ہوئے نئے سر سے جگر کے داغ جلے

ہمیں اندھیرے میں رہتے گذر گئی مدت
ہماری قبر پہ برسوں ہوئے چراغ جلے

جو شعر گرم ہو نکلے وہ کس طرح اے نازؔ
مثالِ شمع نہ جب تک دل و دماغ جلے

(۳)

حشر تک پھر جا نہیں سکتا مقدر سے بگاڑ
ہو گیا ان کی اگر زلفِ معنبر سے بگاڑ

غم نہیں ہو جائے چرخِ شعلہ پرور سے بگاڑ
ہو نہ لیکن یار کی چشمِ فسوں گر سے بگاڑ

صورتِ راحت کہاں جب ہو ستمگر سے بگاڑ
خیر کیسی دل کی جب ہو جائے دلبر سے بگاڑ

دیکھئے اے ابرِ باراں ہم تری دریا دلی
کیا بتائیں ہو رہا ہے دیدۂ تر سے بگاڑ

یادگارِ رونقِ عاشق فقط یہ ڈھیر ہے
اِس کو رہنے دے یونہیں ظالم نہ ٹھوکر سے بگاڑ

ہم غریبوں پر بگڑنے سے نتیجہ اے فلک
ہے اگر کچھ حوصلہ تو اپنے ہمسر سے بگاڑ

کیا اُڑائے خاکِ صحرا ناز تجھ کو ڈر ہے یہ
ہو نہ جائے آبلوں کا نوکِ نشتر سے بگاڑ

بیحد تاخیر سے پیرول ہونے والی

ایک غزل

جناب رہنا امروہوی

یہ تصور، یہ ملاقات کہاں تھی پہلے؟
آج جو بات ہے وہ بات کہاں تھی پہلے؟

دیدۂ شوق سے پوچھو کہ رہِ الفت میں
اشک صد رنگ کی نہتات کہاں تھی پہلے؟

جو تری یاد نے بخشی ہے مجھے خود بڑھ کر
میرے دامن میں یہ سوغات کہاں تھی پہلے؟

تابشِ جلوۂ جاناں کی نوازش کہئے
حاصلِ صبح، مری رات کہاں تھی پہلے؟

تیرے انداز، تری زلفِ پریشاں کی قسم
یہ نظر وقفِ طلسمات کہاں تھی پہلے؟

بے وفائی سے رقیبوں کی مری قدر بڑھی
اُن سے امیدِ عنایات کہاں تھی پہلے

میرے اظہارِ محبت ہی نے بکھرے ہیں رہنا
اُن کے انداز میں یہ بات کہاں تھی پہلے

غزل

جناب کیلاش ماہر

اس غزل کی موصولی کے لئے ہم جناب بلراج حیرت اور جناب راج نرائن راز کے ممنون و شکر گزار ہیں (مدن لال سکسینہ)

ہر نظر صرف خرابات کہاں تھی پہلے؟ زندگی! تجھ سے ملاقات کہاں تھی پہلے؟
زخم دل مہکے ہیں روشن ہے جنوں کی قندیل ضو فشاں ایسی کوئی رات کہاں تھی پہلے؟
آہنی پا کے بہاروں کی پہن لی زنجیر تیرے دیوانوں میں یہ بات کہاں تھی پہلے؟
گرد سی اڑ گئی ہر منزل اندوہ و نشاط ہم سفر گردش حالات کہاں تھی پہلے؟

فرصتیں مل گئیں اب کار جہاں سے ماہر
زندگی عشق کی سوغات کہاں تھی پہلے؟

غزل

جناب لالہ انوپ چند آفتاب پانی پتی

"بہار دہلی" سے ماخوذ اور جناب ایس - ایل بخشی اختر امرتسری کے شکریے کے ساتھ (مدن لال سکسینہ)

حسن کی ان کے کرامات کہاں تھی پہلے؟ بات جو آج ہے وہ بات کہاں تھی پہلے؟
قلب مضطر میں تھا اک سوز مگر سچ یہ ہے دل میں اک آگ سی دن رات کہاں تھی پہلے؟
شعلۂ عشق نہ بھڑکا تھا جگر میں جب تک قلب میں آتش جذبات کہاں تھی پہلے؟
ہلکا ہلکا سا تھا اک درد تو سینے میں ضرور درد و آلام کی بہتات کہاں تھی پہلے؟
عہد ماضی میں بھی انسان پریشاں تھا مگر بات جو آج ہے وہ بات کہاں تھی پہلے؟
رخ انور پہ جو تل آیا نظر دل نے کہا روز روشن میں سیہ رات کہاں تھی پہلے؟

آفتاب آج گل و خار میں کچھ فرق نہیں
یہ زمانے میں مساوات کہاں تھی پہلے؟

صحت نامہ

یہ گلدستہ ملاحظہ فرمانے سے پہلے اگر تصحیحات فرمالیں تو مناسب رہیگا:

مدن لال سکسینہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۴	یہ تمام	تمام	۱۸	۲۱	بہار	فسانۂ بہار
"	۱۵	او	اور	۲۲	۴	بس	سی
۵	۵	وڈیا	ودّیا	۲۳	۱۵	کیف،	کیف
"	۱۰	ذہلوی	دہلوی	۲۴	۱۴	مہتاب	مہتاب،
"	۱۲	آبادی	آبادی	۲۵	۸	تھتی	تھی
۶	۱۷	ڈُاک	ڈاک	۲۶	۵	ذیل میں	ذیل
۷	۱۲	کرامات،	کرامات	"	۷	،	×
۸	۸	ہے و	ہے	۲۷	۱	ہں	ہیں
۱۰	۲۱	ءلعیم	علدم	"	۱	ہیں	میں
۱۱	۱۲	کیا	لیا	"	۸	عیاں	عیاں
۱۲	۵	غلطیدہ	غلطیدہ	"	۲۰	نزمیں	نزمیں
"	۱۱	پوچھتے	پوچھتے	۲۸	۱۰	شانل	شامل
۱۴	۲۰	ہبا	بہار	"	۱۷	رکھنی	رکھتی
۱۷	۷	ـبائی	شناسی	"	۲۰	جنھوں	جنھوں
۱۸	۱۴	جھٹکے	جھٹکے	۲۹	۱۴	اُس	اس
	۱۸	—	صفی	"	۱۵	دوٗر	دوٗر